پنڈت مانک راؤ وِٹھل راؤ

محمد ناصر علی ام ۔ اے (عثمانیہ)
لکچرار معاشیات جامعۂ عثمانیہ

قیمت ۱۲
کوآپریٹو اسٹورز جامعۂ عثمانیہ

محترمی سیدہ صاحب سید مظفر حسین صاحب . ناظم محکمہ امداد و سیلاب

کی خدمت میں

[illegible]

یکم آبان - ۵۳ ف

حمایت نگر - حیدرآباد دکن

پنڈت مانک راؤ وٹھل راؤ

از

محمد ناصر علی ام - اے (عثمانیہ)

لکچرار معاشیات جامعہ عثمانیہ

فہرست مضامین

پیش لفظ

حیدرآباد کی ایک بہت بڑی تاریخ ہے اور اگر حیدرآباد کو وسیع معنوں میں لیا جائے تو یہ دکن ہے جس کے قدیم اور وسطی زمانے سے جغرافی اور تاریخی دائرے مل جاتے ہیں کیونکہ موجودہ مملکت حیدرآباد دکن کے بہت بڑے حصے پر پھیلی ہوئی ہے؛ اگر پورا دکن نہیں تو دکن کا درمیانی حصہ ضرور ہے۔ اس سے گو بعض مغربی اور مشرقی حصے خارج ہو جاتے ہیں لیکن اس میں وہ تمام تمدنی مرکز شامل ہیں جہاں قدیم اور قرون وسطیٰ میں دکن کا قیمتی تمدن پیدا ہوا حقیقت تو یہ ہے کہ موجودہ حیدرآباد کی تاریخ و تمدن قدیم زمانے کا آئینہ دار ہے۔ موجودہ تاریخ کے پیچھے قطب شاہی اور عادل شاہی تمدن چھپے ہوئے ہیں جو بہمنی بنیادوں پر قایم تھے۔ اور خود بہمنی بھی ایک طرف دہلی اور دوسرے طرف قدیم دکن سے وابستہ تھے۔ اگر قدیم زمانے سے نظر ہٹالی جائے تو موجودہ تاریخ بالکل سمجھ میں نہیں آئیگی۔ اس طرح موجودہ تاریخ کو مرتب کرنا آسان نہیں ہے۔ یہ دوہرا کام ہے۔ پہلے تمام قدیم مواد کو روشنی میں لانا ہے اور اس کے لیے برسوں کی محنت درکار ہے اور اس کے بعد پھر ترتیب تاریخ کی منزل آتی ہے۔

اگر ہم پچھلے مواد کا تھوڑا سا تجزیہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑا ذخیرہ ہے جس میں صدہا چیزیں چھپی ہوئی ہیں۔ سرسری نظر سے ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ ذخیرہ صرف چند لکھی ہوئی تاریخوں پر مشتمل ہوگا لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس میں نہ صرف بے شمار تحریریں ہیں بلکہ حکومتوں کے فیصلے پروانے، فرامین اور مرکزی و مقامی حکومتوں کے وقایع کی شکل میں بے شمار چیزیں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سیاحوں کے سیاحت نامے بھی ہیں۔ بعض سلاطین نے، جو لطیف ذوق رکھتے تھے، نظم و نثر کا مواد بھی چھوڑا ہے جس سے ان کی اور ان کے رعایا کی ذہنیت معلوم ہوتی ہے۔ آثار میں عمارتوں کے علاوہ سکے، ظروف، ہتیار، زیور سبھی طرح کی چیزیں پائی جاتی ہیں جو زمانے کے دستبرد سے بچ گئیں۔ یہ تاریخ کا بڑا ذریعہ ہیں اور بعض مرتبہ یہ لکھی ہوئی تاریخوں سے زیادہ کام دیتی ہیں۔

ان مادّی چیزوں کے علاوہ روایتیں بھی ہیں جو سینہ بہ سینہ چلی آرہی ہیں اور جہاں تاریخیں اور آثار خاموش ہو جاتے ہیں روایتیں اچھی رہبری کرتی ہیں۔ یہ سب تاریخ کے خزانے ہیں اور جب تک ان دفینوں کو زمین سے برآمد نہیں کیا جا سکا حیدرآباد کی تاریخ روشنی میں نہیں آسکتی ہے۔ تاریخ کو مرتب کرنے سے پہلے اُن چیزوں کو روشنی میں لانا ضروری ہے۔ افسوس یہ ہے کہ یہ خزانے ابھی سرکاری اور خانگی مخزنوں میں دبے پڑے ہیں اور بہتیری چیزیں اہل علم کے دسترس سے باہر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ملک حیدرآباد کی سیر حاصل تاریخ مرتب نہیں ہو سکی۔

اس وقت حیدرآباد میں جو دل و دماغ ان ذخیروں کی تلاش میں مصروف ہیں ان کو قابل ہمارا کہنا سمجھنا چاہیئے اور جس قدر مواد آنکھوں کے سامنے آرہا ہے غنیمت ہے کیونکہ یہ سنگلاخ کام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں پنڈت مانک راؤ صاحب صف اول میں جگہ پانے کے مستحق ہیں جنکی محنت سے آج تاریخ حیدرآباد کے بہتر سے معلومات جو آنکھوں سے اوجھل تھے روشنی میں آگئے۔ موصوف ہمباد کے ایک زمیندار خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جنکے بزرگوں کا پیشہ کھیتی باڑی ہی ہوگا۔ لیکن مانک راؤ صاحب نے اپنی ضروری تعلیم کے بعد ایک ایسا ذوق پیدا کیا جس کو میں لازوال دولت سمجھتا ہوں۔ ایک مرتبہ مجھ سے موصوف کہتے تھے کہ اُنھیں بچپن سے تاریخ نگاری کا ذوق ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ موصوف ۱۹۰۰ء سے اس کام میں مصروف ہو گئے اور چالیس سال کی مدت میں مختلف کتابوں کی صورت میں تاریخ کا بیش بہا مواد جمع کر دیا جو آئندہ تاریخ نگاروں کے لیے اچھا سرمایہ ہے۔ تاریخ میں پنڈت جی نے کوئی دس کتابیں لکھی ہیں۔ منجملہ ان کے بستان آصفیہ ان کی مشہور تالیف ہے۔ اس تاریخ کو جس کی اب تک سات جلدیں شایع ہو چکی ہیں پنڈت جی کا شاہکار سمجھنا چاہیئے۔ اس قابل قدر تالیف سے پنڈت جی مشہور ہوئے اور ہمیشہ حیدرآباد میں یاد کیے جائیں گے۔ یہ تاریخ نہیں بلکہ تاریخ کا بہت بڑا ذخیرہ ہے جس میں ہر قسم کا مواد جمع ہے۔ اس میں تاریخ، سیاست، اخلاق، تمدن و معاشرت کی صدہا چیزیں جمع ہیں۔ بستان آصفیہ کی جلدوں میں پنڈت جی نے قدیم اور وسطی تاریخ کا جس دیدہ ریزی کے ساتھ مواد جمع کیا ہے وہ حیرت انگیز ہے

اور اس کام کے لیے صبر آزما حوصلے کی ضرورت تھی۔ یہ کام دوسرے نہیں کر سکتے۔ یہ کام صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں جو نام و نمود سے بے نیاز ہوں اور گوشہ نشیں ہو کر خاموشی کے ساتھ خالص علمی خدمت کریں۔ پنڈت مانک راؤ صاحب نے یہی کیا۔ موصوف کا تاریخ حیدرآباد پر بڑا احسان ہے۔

تاریخ کے علاوہ پنڈت جی نے اخلاقی کتابیں لکھی ہیں جن سے اردو میں اخلاقیات کا اچھا اضافہ ہوتا ہے اور یہ کتابیں پنڈت جی کے علمی ذوق کا پتہ دیتی ہیں۔ اس وقت بھی جب کہ پنڈت جی کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے اور اکثر قوی جواب دے چکے ہیں علمی کام میں مصروف ہیں اور بستان آصفیہ کی آٹھویں جلد مرتب کر رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ کام پورا ہو جائے۔ اس وقت پنڈت جی کو دیکھ کر لوگ بڑا سبق حاصل کر سکتے ہیں مجھے بہت دنوں سے پنڈت جی سے تعارف ہے اور جب کبھی ملاقات ہو جاتی ہے تو بڑا اثر ہوتا ہے۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہمارے نوجوان دوست محمد ناصر علی صاحب ام۔ اے (عثمانیہ) نے اپنے اس مقالے سے پنڈت مانک راؤ کی زندگی اور علمی کارناموں کو ملک سے روشناس کر دیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عوام پنڈت جی کے کارناموں سے نا آشنا تھے کیونکہ ایسی خاموش علمی ہستیاں بالعموم چھپی رہتی ہیں۔ اکثر تاریخ نگار بھی ان سے واقف نہیں تھے اس کی بہت دنوں سے ضرورت تھی کہ ایسی چھپی ہوئی ہستی کو اہل علم و تاریخ سے روشناس کیا جائے۔ یہ مقالہ قابل تحسین ہے۔

عبدالمجید صدیقی
ریڈر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

نارائن گوڑہ یونیورسٹی روڈ
یکم شہریور ۱۳۵۳ ف

پنڈت مانک راؤ وٹھل راؤ

از جناب محمد ناصر علی صاحب ام۔ اے (عثمانیہ) لکچرار شعبۂ معاشیات جامعہ عثمانیہ

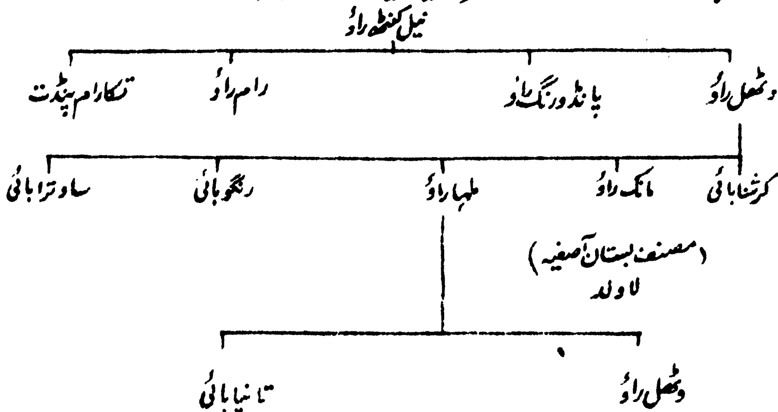
(۱) تمہید

پنڈت مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب حیدرآباد دکن کے ایک اہم مصنف ہیں۔ انہوں نے اپنی تصنیفوں اور ترجموں کے ذریعہ ملک کی بڑی علمی خدمت انجام دی ہے۔ لیکن اس کے باوجود بہت محدود دائرہ کے لوگ ان کے کام سے پوری طرح واقف ہیں۔ اس مقالے کا مقصد پنڈت جی کے حالات زندگی اور ان کے علمی کام کو پبلک سے متعارف کرنا ہے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی ذات اور ان کے کام سے واقف ہوں اور فائدہ اٹھائیں مجھے اپنے ایک تحقیقی کام کے سلسلے میں پنڈت جی کی کتاب سلسلۂ بستان آصفیہ سے بہت مدد ملی ہے جس کے لیے مین ان کا ممنون ہوں۔

(۲) پنڈت جی کے حالات زندگی

آبائی وطن اور اسلاف۔ پنڈت جی ذات کے برہمن ہیں۔ نام مانک راؤ ولد وٹھل راؤ ہے ان کا آبائی مقام مانک نگر ہے جو تعلقہ ہمنا باد ضلع گلبرگہ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ان کے دادا نیل کنٹھ راؤ صاحب یہاں کے وطن دار تھے۔ ان کے والد وٹھل راؤ صاحب نواب خورشید جاہ مرحوم کی پائیگاہ میں اول تعلقدار تھے۔ ان کی والدہ

ماجدہ کا نام بھینا بائی ہے جن کا تعلق جنگوپے (واقع گلبرگہ) کے ایک وطن دار برہمن خاندان سے ہے۔ پنڈت جی کا خاندانی شجرہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-



ولادت۔ بچپن اور ابتدائی تعلیم پنڈت جی یکم اگست ۱۸۶۷ء کو چہارشنبہ کے دن مانک نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پائیگاہ خورشید جاہی میں چونکہ ایک با اقتدار عہدہ دار تھے اس لیے ان کے بچپن کا زمانہ بہت آرام اور سکھ چین کے ساتھ گذرا۔ جب یہ تعلیمی عمر کو پہنچے تو آپ کے والد بزرگ وار نے گھر ہی پر تعلیم کا انتظام فرمایا۔ منشی عبدالرحیم صاحب اردو اور فارسی کی تعلیم کے لیے مقرر ہوئے اور پنڈت بھاؤ راؤ صاحب انگریزی۔ حساب اور مرہٹی کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے۔

مدرسے میں شرکت۔ شادی اور والدین کا انتقال گھر پر تعلیم کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ انھیں حیدرآباد کے مشہور اور قدیم مدرسۂ اعزہ میں شریک کیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مسٹر ٹیٹ یہاں کے صدر مدرس تھے۔ مدرسہ میں بھی پنڈت جی اردو، فارسی، انگریزی اور حساب کی تعلیم پاتے رہے۔ مدرسہ میں شرکت کے بعد بھی متذکرہ ہر دو اساتذہ آپ کو گھر پر تعلیم دیتے تھے اور بہت عرصہ تک پنڈت جی ان سے فیض یاب ہوتے رہے۔

پنڈت جی کی عمر ابھی بہت کم تھی کہ برہمن گھرانوں کی رسم کے مطابق ان کی شادی لچھمی بائی صاحبہ سے کی گئی جو پانڈورنگ راؤ صاحب جنگوپے کے ایک وطن دار کی بیٹی تھیں۔

تعلیم ابھی جاری تھی اور پنڈت جی بہت کم عمر تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔
امیر پائیگاہ کی سرپرستی۔ چھوٹی عمر میں والدین کے سایہ کا سر سے اٹھ جانا اولاد کے لیے بڑی مصیبت اور بے کسی کا باعث ہوتا ہے۔ والد کی بے وقت موت سے ان کی تعلیم کا متاثر ہونا بہت اغلب تھا لیکن امیر پائیگاہ نواب محمد رشید الدین خاں مرحوم نے شاید اسی چیز کو محسوس فرماتے ہوئے پنڈت جی کو ان کے والد کی خدمات کے صلہ میں موضع کوتھلی کا علاقہ بطور جاگیر عطا فرمایا جس کی وجہ سے انھیں یک گونہ معاشی سکون حاصل ہوا اور سلسلۂ تعلیم کسی رکاوٹ کے بغیر پہلے کی طرح جاری رہا۔
تعلیم کا اختتام اور علمی استعداد۔ سنہ ۱۸۸۱ء میں نواب محمد رشید الدین خاں مرحوم امیر پائیگاہ کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ ان کے فرزند نواب محمد محی الدین خاں مرحوم امیر پائیگاہ ہوئے۔ اُس وقت بھی پنڈت جی زیر تعلیم تھے لیکن اس کے پانچ سال بعد یعنی سنہ ۱۸۸۶ء میں سلسلۂ تعلیم کو ختم کیا۔ تعلیم کے دوران میں آپ نے اُردو، فارسی اور مرہٹی پر اچھا عبور حاصل کیا۔ فارسی کی مختلف کتابوں مثلاً گلستاں، بوستاں، خالق باری کریما، انوار سہیلی اور رقعات عالمگیری وغیرہ کا خصوصی مطالعہ کیا۔ اردو میں بھی مختلف ہم عصر درسی کتابیں ختم کیں۔ بالخصوص مرہٹی میں جو اُن کی مادری زبان ہے اچھی دستگاہ حاصل کی۔ پنڈت جی کو فارسی سے بڑا لگاؤ ہے۔ چنانچہ ان کی مختلف کتابوں میں جگہ جگہ فارسی کا برمحل استعمال ملتا ہے۔ مزید برآں ایک سے زائد جگہ عربی جملوں کا بھی برموقع استعمال نظر آتا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی زبان سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ جہاں تک انگریزی کا تعلق ہے اس میں اتنی مہارت رکھتے ہیں کہ ہر کتاب کو پڑھ کر سمجھ لیتے اور اس کے مفہوم کو اُردو یا مرہٹی میں ادا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی اکثر کتابوں میں انگریزی ماخذوں سے بہت کچھ مدد لی گئی ہے۔
امیر پائیگاہ کی مُصاحبت تعلیم ختم کرنے کے بعد پنڈت جی نواب محمد محی الدین خاں مرحوم

امیر پائیگاہ کی مصاحبت میں داخل ہوئے۔ ۱۹۰۲ء میں جب نواب صاحب موصوف کا انتقال ہوا تو ان جگہ ان کے صاحبزادے نواب محمد حفیظ الدین خاں مرحوم امیر پائیگاہ ہوئے اور پنڈت جی کو ان کی مصاحبت کی بھی عزت حاصل رہی۔

مہتممی تعلیمات سے سرفرازی: ۱۹۰۶ء میں جب نواب محمد حفیظ الدین خاں مرحوم ظفر جنگ شمس الملک کا انتقال ہوا تو ان کے جانشین نواب محمد لطف الدین خاں لطافت جنگ لطف الدولہ بہادر امیر پائیگاہ ہوئے۔ نواب صاحب موصوف نے شاید پنڈت جی کے علمی شغف اور انہماک کو دیکھ کر انھیں اپنی پائیگاہ میں ۱۹۱۱ء میں مہتممی تعلیمات کے عہدہ سے سرفراز فرمایا۔ اس خدمت پر پنڈت جی ۱۹۲۷ء تک کارگذار رہے۔

رکنیت اور نظامت فوج سے سرفرازی: اس کے بعد نواب لطف الدولہ مرحوم نے انھیں اپنی پائیگاہ کی رکنیت فوج سے سرفراز فرمایا۔ لیکن اس عہدہ پر پنڈت جی ایک ہی سال کام کر سکے کیونکہ انھیں نظامت فوج کی خدمت تفویض کر دی گئی تھی ۱۹۲۸ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک ناظم فوج پائیگاہ خورشید جاہی کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور موخر الذکر سنہ میں وظیفہ حسن خدمت پر علحدہ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۲ سال تھی۔

وظیفہ حسن خدمت اور بعد کا مشغلہ: یوں تو ملازمت کے زمانہ میں اور اس سے بھی بہت عرصہ پہلے سے پنڈت جی پڑھنے لکھنے اور علمی تحقیق و جستجو کے کام میں مشغول تھے لیکن ملازمت سے سبکدوشی کے بعد جب ایک فریضے سے بے فکری ہوگئی تو پھر ان کی ساری توجہ تصنیفی، تالیفی اور ترجمہ کے کام کی طرف مبذول ہوگئی۔ ان کو وظیفہ پر علحدہ ہو کر کوئی چار سال ہوتے ہیں اور اس وقت آپ کی عمر ۷۶ سال سے زاید ہے لیکن اس کے باوجود علمی خدمت میں برابر مصروف ہیں۔ بینائی میں فرق آگیا ہے چنانچہ حال ہی میں ڈاکٹر متھرا داس کے ذریعہ آنکھوں پر عمل جراحی بھی کرایا گیا۔

اور ڈاکٹروں کی ممانعت کے باوجود کہ دماغی کام کو ترک کر دیا جائے طبعی شوق کی وجہ سے اس میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر خود مطالعہ نہ کریں تو دوسروں سے پڑھوا کر سنتے ہیں۔ جو بات روزنامچے میں لکھنے کی ضرورت ہو اس کی ہدایت کرتے ہیں کتابوں کے حوالے دیتے ہیں۔ دوسروں سے مواد جمع کر اکے اس کو تنظیمی شکل دیتے ہیں۔ آجکل ان کے دو ہی مشغلے ہیں۔ ایک علمی کام اور دوسرے پرماتما کی عبادت۔

شخصیت اور عادات و اطوار پنڈت جی حسینی علم کے محلے میں رہتے ہیں۔ مجھے ایک سے زاید مرتبہ ان سے ملنے کا موقع ملا ہے۔ میانہ قد ہیں۔ نہ بہت دُبلے ہیں اور نہ بہت موٹے۔ رنگ گندمی۔ چہرا کسی قدر لانبا۔ کمانی بھون اونچی ناک۔ بڑی آنکھیں اور چوڑی پیشانی رکھتے ہیں۔ موچھ رکھتے اور داڑھی صاف کراتے ہیں۔

روزمرہ زندگی میں اوقات کے بڑے پابند ہیں۔ ہر کام کے لیے وقت مقرر ہے اور اسی لحاظ سے مشغول رہتے ہیں۔ عزم اور ارادے کے بڑے پکے ہیں۔ بہت سے لوگ جذبات سے مغلوب ہو کر بڑے بڑے منصوبے باندھ لیتے ہیں مگر جونہی ان کی تکمیل میں دقتیں ہوتی ہیں تو ساتھ ہی جواب بھی دے دیتے ہیں۔ لیکن پنڈت جی جذبات اور نظری احساسات کو بہت دور رکھتے ہیں۔ خیال اور عمل میں زیادہ بُعد پیدا ہونے نہیں دیتے۔ جس تصنیف تالیف کا ارادہ کرتے ہیں اُسے تکمیل کو پہنچائے بغیر نہیں رہتے۔ صبر و تحمل کا بڑا مادہ رکھتے ہیں۔ سلسلۂ بُستان آصفیہ کی ترتیب کے زمانے میں ناقدر شناسوں کے ہاتھوں ان کو بہت مصیبت اور ذلت اٹھانی پڑی لیکن آپ بڑے ضبط اور بردباری سے اُسے نظر انداز کرتے رہے اور اپنے مقصد کی تکمیل میں برابر کوشاں رہے۔ سیرت اور کردار کی نیکی پر بڑا زور دیتے ہیں۔

بزرگوں اور عالموں کے اقوال سے انھیں بڑی دلچسپی ہے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے کمرے میں ایک جگہ دیوار پر ایک فریم آویزاں ہے جس میں تصویر کی بجائے

خوش خط اقوال لکھے ہوئے ہیں جن کا قریبی تعلق سیرت اور کردار کی پختگی اور نیکی سے ہے۔

مختصر طور پر پنڈت جی کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ایک خدا ترس، خدا پرست، سچائی کے دلدادہ، خوش اخلاق، با مروت، مہمان نواز، صاحب حلم و تدبر عالم با عمل ہیں۔ حقیقی کام کے قائل اور نام و نمود سے دور رہنا چاہتے ہیں۔ تشہیر اور پروپگنڈا انھیں پسند نہیں۔ طبیعت میں بڑی انکساری ہے۔ ہر وقت اپنی علمی کم مایگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ نہ صرف گفتگو میں منکسر المزاج ہیں بلکہ تحریر میں بھی جگہ جگہ اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ پنڈت جی کو دیکھ کر اور ان کی باتیں سنکر اُن نوجوانوں پر افسوس ہوتا ہے جو بہت تھوڑا جاننے کے باوجود بہت کچھ بنانے کی کوشش کرتے ہیں یا ایک دو معمولی کتابیں لکھ کر خوب پروپگنڈا کرتے ہیں۔

دو سال ہوئے ان کی رفیقۂ حیات کا انتقال ہوا۔ یہ لاولد ہیں۔ مگر اپنے بھتیجے وٹھل راؤ صاحب کو بیٹے کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ ان کے قریبی رشتہ داروں میں ان کے بھتیجے وٹھل راؤ صاحب بھی قابل ذکر ہیں۔ آج کل یہی ان کے پاس رہتے اور ان کی خدمت بجا لاتے ہیں۔

(۳) پنڈت جی کی جملہ کتابیں

بُستان آصفیہ کی چھٹی جلد میں "عرض حال" کے تحت پنڈت جی نے اپنے تصنیفی اور تالیفی کام کی ابتدا پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: "پرمیشور کی یہ مجھ ناچیز پر بڑی منت ہے اور بڑا احسان ہے کہ ایسی حالت میں جب دس سال کی عمر میں ہی میرے سر سے والدین کا سایہ اٹھ گیا تھا اور کوئی بزرگ خاندان ایسا نہیں تھا کہ جو میری تعلیم و تربیت کی نگرانی کا بار اپنے ذمے لیتا۔ مجھے آوارہ نہیں ہونے دیا اور حسب ضرورت مرہٹی، اردو اور فارسی کی تعلیم سے بہرہ ور فرمایا اور سن شعور کو

پہنچنے کے بعد دنیا کے دوسرے فضول اور تباہ کن مشاغل تفریح میں پھنسانے کے بجائے تالیف و تصنیف کا شغل مجھے اپنی عنایت بے غایت سے مرحمت فرمایا اور اس شغل میں مجھے کسی خاص مدت تک نہیں بلکہ اب تک جب کہ میں اپنی عمر کے ۶۴ – ۶۵ مرحلے طے کر چکا ہوں منہمک رکھا۔" اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے بہت ابتدائی زمانے ہی سے تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہیں۔ بستان آصفیہ کی پانچویں جلد کے دیباچہ میں انھوں نے ایک جگہ لکھا ہے: "پبلک کی قدر دانی اور ہمت افزائی نے میرے حوصلہ کو پست نہیں ہونے دیا۔ باوجود انحطاط قویٰ اور اضمحلال طبیعت اپنی دھن (تصنیف تالیف) میں لگا ہوا ہوں اور جب تک دم میں دم ہے برابر لگا رہوں گا۔" پنڈت جی اپنے اس وعدہ کو بطور احسن پورا کر رہے ہیں کیونکہ ابھی تک جب کہ عمر ۷۰ سال [redacted] ہو چکی ہے تصنیفی اور تالیفی کام میں ممکنہ انہماک کے ساتھ مشغول ہیں۔ ان کی سب سے پہلی کتاب تفریح الحیات کے نام سے سنہ ۱۸۹۶ء میں شایع ہوئی۔ اس سنہ کو گذرے ہوئے آج ۴۷ سال کا عرصہ ہوتا ہے چنانچہ اس دوران میں ہر دو یا تین سال کے وقفہ سے ان کی مختلف کتابیں پبلک کے استفادہ کے لیے برابر پیش ہوتی رہی ہیں۔ ان کی جملہ کتابوں کی فہرست سنہ طباعت کی ترتیب، سائز اور ضخامت، مطبع اور قیمت کی صراحت کے ساتھ ذیل میں دی گئی ہے۔ اسے لوگوں کی سہولت کے لیے جو ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیں کتب خانۂ آصفیہ اور کتب خانۂ جامعۂ عثمانیہ میں ان کے کال نمبر کی بھی صراحت کی گئی ہے۔

نمبر شمار	نام کتاب	سنہ طباعت	نام مطبع	سائز	ضخامت	قیمت	کال نمبر کتب خانہ آصفیہ	کال نمبر کتب خانہ جامعہ عثمانیہ
۱	تفریح الحیات	سنہ ۱۸۹۶ء	اعجاز محمدی آگرہ	متوسط	۱۳۲	۱۲/	فن اخلاق ۳۸	موجود نہیں
۲	امیرانہ اور غریبانہ زندگی	سنہ ۱۸۹۹ء	معلم شفیق	چھوٹی	۵۲	۰	فن مواعظ ۵۲	" "

نمبر شمار	نام کتاب	سنہ طباعت	نام مطبع	سائز	صفحات	قیمت	کال نمبر کتب خانۂ آصفیہ	کال نمبر کتب خانہ جامعۂ عثمانیہ
۳	راجہ اشوک کا جیون چرتر	سنہ ۱۹۰۲ء	اعجاز محمدی آگرہ	متوسط	۱۴۰	۱۰/	موجود نہیں	۹۳۳۱،۱ / اشوک ۔ م
۴	وید و رنیتی	سنہ ۱۹۰۷ء	قاسم پریس	" "	۷۴	۸/	" " "	موجود نہیں
۵	بستان آصفیہ پہلی جلد	سنہ ۱۹۰۹ء	انوار الاسلام پریس	بڑی	۸۳۲	عہ	فن تاریخ ۶۹۷	۹۱۵،۴۹ / م ۔ ب
۶	بستان آصفیہ دوسری جلد							
۷	اقوال بدھ	سنہ ۱۹۱۱ء	انڈین پریس الہ آباد	متوسط	۸۰	۱۲/	فن مذاہب ۴۲	موجود نہیں
۸	دستور حکمرانی	سنہ ۱۹۱۳ء	شمس الاسلام پریس	بڑی	۱۳۸	۱۲/	فن فلسفہ ۴۷۹	" "
۹	مفید الخواتین	سنہ ۱۹۱۶ء	شمس المطابع	بڑی	۳۰۸	عالہ	موجود نہیں	موجود نہیں
۱۰	حالات و مقالات سقراط	سنہ ۱۹۱۶ء	" "	چھوٹی	۲۳۲	۱۲/	" "	۹۲۱،۹ / سقراط ۔ م
۱۱	بستان آصفیہ تیسری جلد	سنہ ۱۹۲۰ء	انوار الاسلام پریس	بڑی	۶۴۱	ہے	فن تاریخ ۱۳۲۳	۹۱۵،۴۹۶ / م ۔ ب
۱۲	خیابان آصفی	سنہ ۱۹۲۲ء	شمس الاسلام پریس	"	۱۸۰	عالہ	فن تاریخ ۱۳۱۲	۹۵۴/۹۶ / م ۔ خ
۱۳	بستان آصفیہ چوتھی جلد	سنہ ۱۹۲۳ء	سرکار پریس	بڑی	۳۱۹	للعہ	فن تاریخ ۱۴۲۴	موجود نہیں
۱۴	مرہٹوں کا تمدن	سنہ ۱۹۲۴ء	انوار الاسلام پریس	متوسط	۱۴۴	درج نہیں	" ۱۳۹۰	۹۵۴،۴۴ / م و ۔ م
۱۵	بستان آصفیہ پانچویں جلد	سنہ ۱۹۲۶ء	چشتیہ پریس	بڑی	۳۴۰	للعہ	" ۱۵۶۳	۹۱۵،۴۹۶ / م ۔ ب
۱۶	بستان آصفیہ چھٹی جلد	سنہ ۱۹۳۲ء	انوار الاسلام پریس	"	۵۰۴	صہ	" ۱۹۱۶	۹۵۴،۹۶۸ / م ۔ ب
۱۷	بستان آصفیہ ساتویں جلد	سنہ ۱۹۳۲ء	چشتی القادری پریس	"	۳۷۴	صہ	" ۱۹۱۸	موجود نہیں

جو کتابیں اوپر درج کی گئی ہیں انھیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے ۔ (۱) تاریخی کتابیں اور (۲) اخلاقی کتابیں ۔ تاریخی کتابوں میں بستان آصفیہ کی سات جلدیں، خیابان آصفی اور مرہٹوں کا تمدن شامل ہیں۔ اخلاقی کتابوں میں تفریح الحیات، امیرانہ اور غریبانہ زندگی، راجہ اشوک کا جیون چرتر، وید و رنیتی، اقوال بودھ، دستور حکمرانی، مفید الخواتین اور حالات و مقالات سقراط

شریک ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہر گروپ کی مختلف کتابوں کے مواد کی تشریح کی جائے گی جس سے اس مقالہ کے قارئین کو ان کی ماہیت اور افادیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

(۴) بُستانِ آصفیہ پہلی جلد

حیدرآباد دکن کے اُردو تاریخی ادب میں یہ کتاب ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ گو کہ یہ ۱۹۰۹ء میں شایع ہوئی مگر اس کے مواد کی فراہمی میں پنڈت جی چھ سات سال پہلے سے مسلسل مصروف تھے اور اس کی ترتیب میں انھیں بہت دقتیں اٹھانا پڑیں کیونکہ انھوں نے "اکثر تاریخوں کو پیش نظر رکھ کر جو مختلف زبانوں میں دکن کے متعلق لکھی گئی ہیں ایک ایسی تاریخ لکھنے کی کوشش کی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے ان سب تاریخوں سے الگ اور ممیز ہے۔ عام طور پر جو باتیں اور جو واقعات تاریخوں میں لکھے جاتے ہیں انھوں نے صرف انہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے علاوہ ان باتوں کو بھی ضبط تحریر میں لایا ہے جن کو بلند پایہ مورخ ہیچ اور ناقابل التفات سمجھ کر ضبط تحریر میں لائے بغیر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی ملک کے متعلق ایسی باتوں اور معلومات کا فراہم کرنا جس کو واقعات کے طور پر تاریخ کے صفحات میں درج ہونے کی عزت نہ حاصل ہوئی ہو کس قدر کٹھن اور دشوار امر ہے۔"

یہ کتاب جملہ چھ ابواب اور (۴۴) فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں پانچ، دوسرے میں آٹھ، تیسرے میں گیارہ، چوتھے اور پانچویں میں آٹھ آٹھ اور چھٹے میں چار فصلیں ہیں۔ ذیل میں ان ابواب اور فصلوں کے مواد کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

پہلا باب اس باب کی پہلی فصل میں ملک کے جغرافیہ، جائے وقوع، حدود اربعہ، طبعی حالات، دریا۔ تالاب، پہاڑ۔ آب و ہوا۔ پیداوار۔ معدنیات صنعت و حرفت اور تجارت وغیرہ کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ مزید برآں صرف خاص مبارک، جاگیرات اور دیوانی کے علاقوں کی صراحت کی گئی ہے۔

دوسری فصل میں قطب شاہیوں کے حالات پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے فصل کے آخر میں قطب شاہی حکمرانوں کے نام، تاریخ ولادت، تاریخ جلوس، تاریخ وفات، مدت حکومت اور مدت عمر کی صراحت کی گئی ہے اور ان کا ایک شجرہ بھی دیا گیا ہے۔

تیسری فصل خاندان آصفی کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ نواب نظام الملک آصف جاہ کے دکن میں مستقلاً آجانے کے بعد سے نواب میر محبوب علی خاں مرحوم کے دور تک کے حالات پیش کیے گئے ہیں۔ سلطنت کے معاملات میں ابتداً فرانسیسوں اور اس کے بعد انگریزوں کی مداخلت اور ان کی قوت میں اضافہ اور استحکام کی تفصیل دی گئی ہے۔ فصل کے آخری حصہ میں نواب میر محبوب علی خاں مرحوم کے عہد کے مختلف حالات بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ اس حصے کی اکثر باتیں ایسی ہیں جو دوسری جگہ شاید ہی مل سکیں۔ دولت آصفیہ کے فرماں رواؤں کا ایک تختہ نواب نظام الملک اول کے زمانہ سے لے کر نواب میر محبوب علی خاں مرحوم کے دور تک، نام۔ تاریخ ولادت، تاریخ جلوس، تاریخ وفات، مدت حکومت اور مدت عمر کی وضاحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ نیز ایک شجرہ بھی پیش کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل میں صرف خاص مبارک کی تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے پڑھنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ صرف خاص مبارک کا علاقہ کب اور کن حالات کے تحت دیوانی کے علاقہ سے علحدہ ہوا۔ اس کے بعد اس کی تنظیم کے سلسلہ میں نواب میر محبوب علی خاں مرحوم کے دور حکومت تک کس قسم کی تبدیلیاں کی گئیں۔

پانچویں فصل میں نواب نظام الملک اول کے زمانہ سے نواب میر محبوب علی خاں مرحوم کے عہد حکومت تک جتنے مدار المہام اور پیشکار گذرے ہیں ان سب کی مختصر سوانح عمریاں دی گئی ہیں فصل کے آخر میں تمام مدار المہاموں کا ایک تختہ نام۔ تاریخ ولادت۔ تاریخ سرفرازی۔ تاریخ سبکدوشی مدت مدار المہامی۔ اور مدت عمر کی صراحت کے ساتھ دیا گیا ہے۔ پنڈت جی نے اس امر کی

صراحت کی ہے کہ اس فصل کی ترتیب میں مختلف تاریخی کتابوں کی غلطیوں کی تصحیح کی گئی لہذا ان کا پیش کردہ مواد زیادہ صحیح ہونا چاہیئے ۔ مدارالمہاموں کے تختہ کی طرح پیشکاروں کا بھی ایک تختہ دیا گیا ہے ۔

دوسرا باب اس باب کی پہلی فصل میں محکمۂ فینانس کی ابتداء ۔ تغیرات اور تبدیلیوں کا ذکر ۱۹۰۵ء تک کیا گیا ہے ۔ فصل کے آخر میں محکمۂ فینانس کے معتمدین کے نام ۱۸۸۵ء سے ۱۹۰۵ء تک دیے گئے ہیں ۔ تاریخ تقرر اور تاریخ علحدگی کی صراحت بھی کی گئی ہے ۔ ۱۹۰۶ء میں محکمۂ فینانس کے اخراجات کا ایک تختہ بھی دیا گیا ہے ۔

دوسری فصل میں دفتر محاسبی کی ابتدا اور اس کے انتظامی تغیرات کی مختصر تاریخ ۱۹۰۵ء تک دی گئی ہے ۔ آخر میں صدر محاسبوں کے نام کا ایک تختہ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۵ء تک دیا گیا ہے ۔ ۱۹۰۶ء میں محاسبی کے مدات خرچ کا بھی ایک تختہ پیش کیا گیا ہے ۔

تیسری فصل میں حیدرآباد کے قدیم اور جدید سکوں کی تاریخ دی گئی ہے ۔ قدیم سکوں میں لیبتن شاہی ۔ گوبند بخشی ، بہادر شاہی ، اکبری ، عالمگیری ، شاہجہانی ، سکندر حلینی ، ناصر حلینی ، ارکاٹی ، گدوالی ، مددوری ، یلاریڈی ، گرمٹکالی ، بہیلاپوری ، منڈاکی ، دولت آبادی ، گوپال بیٹھ ، اندور ، چاندور ، نارائن پیٹھ ، ناگپور ، سگور ، والیے گاؤں ، امراوتی ، باغ حلینی ، شہر حلینی ، سری سکہ ، طرہ ، توکا ، زری پٹکہ ، ترنا ل ، صورتی یا چہرہ شاہی ، کلمہ یا اکبری ، ننتھی ، ترسولی ، دوونڈی ، پیپل ناری اور ذوالفقاری کے مختصر حالات دیے گئے ہیں ۔ حیدرآباد میں حالی سکہ کی ابتدا اور اس کے تغیرات کی مختصر کیفیت ۱۹۰۵ء تک دی گئی ہے ۔

چوتھی فصل میں خزانۂ عامرہ سرکار عالی کی تاریخ اس کے قیام سے لے کر ۱۹۰۲ء تک دی گئی ہے ۔ اس محکمہ کے مہتمموں ، مددگاروں اور خزانہ داروں کی بھی ایک فہرست ۱۹۰۲ء تک دی گئی ہے ۔ مزید برآں عہدہ داروں کی تاریخ تقرر ، تاریخ علحدگی اور یافت کی

بھی صراحت کی گئی ہے ۔

پانچویں فصل میں ریلوں کی مختصر تاریخ دی گئی ہے ۔ بتایا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلی ریل کب اور کہاں جاری ہوئی ۔ ہندوستان میں ریلوں کی ابتدا کب ہوئی حیدرآباد میں ریلوں کی ضرورت کو کب محسوس کیا گیا ۔ یہاں پہلی ریل کب جاری کی گئی ۔ اس کے بعد ۱۹۰۸ء تک وقتاً فوقتاً کونسی ریلین جاری کی گئیں ۔ ۱۹۰۸ء میں حیدرآباد میں ریلوں کا جملہ میلانہ کیا تھا ، اس کے علاوہ ۱۹۰۶ء میں محکمہ ریل کے اخراجات کا تختہ دیا گیا ہے

چھٹی فصل نہایت مختصر ہے ۔ اس میں حیدرآباد کی بعض معدنی اشیاء مثلاً کوئلہ ، لوہا اور تانبا وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یہ مواد بہت سطحی ہے ۔

ساتویں فصل میں تعمیرات اور آبپاشی کے حالات دیے گئے ہیں ، محکمۂ تعمیرات کا قیام کب ہوا اور ۱۹۰۶ء تک اس میں کیا تبدیلیاں ہوئیں ان کی تفصیل دی گئی ہے ۔ ۱۹۰۶ء میں اس محکمہ کے اخراجات کا ایک تختہ بھی دیا گیا ہے ۔

آٹھویں فصل میں ممالک محروسۂ سرکار عالی کے حقیقی مدات آمدنی اور خرچ کے تختے دیے گئے ہیں ۔ صرف اعداد شمار پر اکتفا کیا گیا ہے کسی قسم کی تشریح یا تنقید یا رائے موجود نہیں ۔

تیسرا باب اس باب کی پہلی فصل میں معتمدی عدالت و کوتوالی و امور عامہ کے مختصر تاریخی حالات دیے گئے ہیں ۔ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۷ء تک تاریخ تقرر وغیرہ کی صراحت کے ساتھ مختلف معتمدوں کے ناموں کا ایک تختہ دیا گیا ہے ۔

دوسری فصل میں دیوانی اور فوجداری اور دوسری عدالتوں کی سرگذشت دی گئی ہے ۔ ایک طویل فہرست ان اصحاب کی دی گئی ہے جو مارچ ۱۹۰۸ء کے جریدہ کی رو سے حاضری عدالت سے مستثنیٰ قرار دیئے گئے تھے ۔

اسی فصل کے آخر میں امتحان وکالت اور جوڈیشل کی تفصیلات دی گئی ہیں مختلف

سنوں میں وکالت کے امتحان میں جو امیدوار کامیاب ہوتے رہے ان کی فہرست تعداد کے لحاظ سے دی گئی ہے۔

تیسری فصل میں کوتوالی بلدہ اور کوتوالی اضلاع کی تاریخ دی گئی ہے۔ حیدرآباد کے کوتوالوں کی فہرست نواب نظام الملک اول کے زمانے سے میر محبوب علی خاں مرحوم کے عہد تک دی گئی ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں کوتوالی بلدہ اور کوتوالی اضلاع کے اخراجات کے تختے دیے گئے ہیں۔

چوتھی فصل میں حیدرآباد کے مختلف جیل خانوں اور دارالطبع سرکار عالی کی تاریخ ملتی ہے۔ پانچویں فصل میں کاغذ مہور کی ابتدا اور تبدیلیوں کے حالات درج ہیں۔ چھٹی فصل میں محکمہ رجسٹریشن کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ ساتویں فصل محکمہ صفائی، آٹھویں صدر عدالت العالیہ اور نویں ٹپے اور تار کی تاریخوں سے متعلق ہے۔ ان سب فصلوں میں زیادہ تر سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۰۸ء تک کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور مدات خرچ کے تختے بھی دیے گئے ہیں۔

دسویں فصل میں حیدرآباد میں محکمۂ تعلیمات کی تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں کی مختصر تاریخ دی گئی ہے مثلاً مدرسۂ عالیہ، حیدرآباد کالج، نظام کالج، سٹی ہائی اسکول، انجنیرنگ کالج، چادرگھاٹ اسکول، زنانہ تعلیمی اسکول، نارمل اسکول، مدرسۂ نظامیہ، مدرسۂ اعزہ، مدرسۂ مفید الانام، دھرم ونت اسکول، گرامر اسکول وغیرہ کی تاریخ دی گئی ہے۔ فصل کے آخر میں سنہ ۱۸۸۱ء۔ سنہ ۱۸۹۱ء اور سنہ ۱۹۰۱ء میں محکمۂ تعلیمات کے اخراجات دیے گئے ہیں۔ اسی طرح سنہ ۱۸۷۱ء سے ۱۹۰۷ء تک سنہ واری، طلباء کی تعداد دی گئی ہے۔ مزید برآں سنہ ۱۸۷۹ء سے سنہ ۱۹۰۷ء تک مڈل، میٹرک، ایف۔ اے۔ اور بی۔ اے کامیاب طلبار کی سال واری تعداد بتائی گئی ہے۔ منشی، منشی فاضل، منشی عالم، مولوی، مولوی فاضل اور مولوی عالم کامیاب طلباء کی تعداد

سنوں کی تفصیل کے ساتھ سنہ ۱۸۹۰ء تا سنہ ۱۹۰۱ء دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں سنہ ۱۹۰۶ء میں حیدرآباد میں محکمۂ تعلیمات کی منظورہ تعطیلات کی ایک فہرست دی گئی ہے۔

گیارہویں فصل میں محکمۂ طبابت کے حالات دیے گئے ہیں۔ قدیم یونانی علاج کی نوعیت اور جدید ڈاکٹری کی ابتدا اور ترقی کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ سنہ ۱۸۴۶ء سے سنہ ۱۹۰۱ء تک حیدرآباد میں جتنے مڈیکل افسر گذرے ہیں ان کے ناموں کی فہرست تاریخ تقرر کی وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں محکمہ طبابت کے اخراجات بھی بتائے گئے ہیں۔

چوتھا باب اس باب کی پہلی فصل میں مالگذاری، دوسری میں کروڑگیری، تیسری میں کورٹ آف وارڈس، چوتھی میں سررشتۂ انعام اور پانچویں میں بندوبست کی تاریخ دی گئی ہے۔ چھٹی فصل میں جنگلات، ساتویں میں آبکاری اور آٹھویں میں افیوں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ دوسرے ابواب کے مقابل یہ باب بہت چھوٹا ہے اور اسی لحاظ سے فصلوں کی وسعت بھی بہت محدود ہے۔ عموماً سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۰۸ء تک کے حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مختلف محکموں کے مدات خرچ کی بھی تفصیل دی گئی ہے۔

پانچواں باب اس باب کی پہلی فصل میں حیدرآباد کی مختلف فوجوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ دوسری فصل میں دفتر ملکی تیسری میں ٹیلیفون اور چوتھی میں سنہ فصلی کے آغاز پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پانچویں فصل میں سنہ ۱۸۸۱ء، سنہ ۱۸۹۱ء اور سنہ ۱۹۰۱ء کی مردم شماریوں کے اعداد دیے گئے ہیں۔ چھٹی فصل بڑی دلچسپ ہے۔ اس میں حیدرآباد کی مختلف تعطیلات کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ بتایا گیا ہے کہ کونسی تعطیل کن حالات کے تحت کس وقت سے دی جانے لگی اور کونسی تعطیلات وقتاً فوقتاً منسوخ ہوئیں

ساتویں فصل میں ان مختلف خطابوں کی قسمیں بیان کی گئی ہیں جو وقتاً فوقتاً آصفی حکمرانوں کی جانب سے دیے جاتے رہے ہیں۔ مثلاً خان، خان بہادر، جنگ، دولہ، ملک،

خان دوران، سلطنۃ، امیرکبیر، جاہ - راجہ - راجہ بہادر - پال - ونت - مہاراجہ - رانی ـــــ وغیرہ - ۱۸۷۴ء سے لے کر ۱۹۰۲ء تک جو اصحاب خطابات سے سرفراز ہوئے ان کے نام سنہ اور تاریخ کی صراحت کے ساتھ دیے گئے ہیں -

آٹھویں فصل میں ۱۸۷۵ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک ایسے لوگوں کی فہرست دی گئی ہے جن پر عتاب ہوا اور جو تا دیباً شہر بدر کر دیے گئے -

چھٹا باب اس باب کی پہلی فصل میں رزیڈنسی کی تاریخ پیش کی گئی ہے - ۱۷۹۷ء سے ۱۹۰۸ء تک حیدرآباد میں جس قدر رزیڈنٹ آچکے تھے ان سب کے نام آنے اور جانے کی تاریخوں کی صراحت کے ساتھ دیے گئے ہیں -

دوسری فصل میں حیدرآباد میں یورپی شہزادوں اور ہندوستان کے وائسرایوں کی آمد و رفت کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں - اس میں ۱۸۶۲ء سے ۱۹۰۸ء تک کا مواد دیا گیا ہے

تیسری فصل میں سرکار عالی اور سرکار عظمت مدار کے مابین ۱۸۶۹ء تک وقتاً فوقتاً جو معاہدات ہوتے رہے ان کی صراحت کی گئی ہے - چوتھی فصل میں اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح برار کا زرخیز علاقہ رفتہ رفتہ ہمیشہ کے لیے انگریزوں کے ہاتھ میں منتقل ہوگیا

(۵) بُستان آصفیہ دوسری جلد

پہلی اور دوسری دونوں جلدیں ایک ساتھ شایع ہوئیں اور مجلد صورت میں ایک ساتھ فروخت ہوتی ہیں - مجموعی طور پر دونوں جلدوں کے ۸۳۲ صفحات ہیں - پہلی جلد ۵۴۰ صفحات پر مشتمل ہے اور دوسری میں ۲۹۲ صفحات ہیں -

دوسری جلد میں تین باب اور (۲۳) فصلیں ہیں - پہلے باب میں ۹، دوسرے اور تیسرے میں سات سات - ذیل میں ہر باب کے مواد پر فصل واری روشنی ڈالی جاتی

پہلا باب اس باب کی پہلی فصل میں دکن کے قدیم راجاؤں اور بادشاہوں کے حالات دیے گئے ہیں۔ اصولاً یہ مواد پہلی جلد کے پہلے باب کی دوسری فصل کے ابتدائی حصے میں دیا جانا چاہیئے تھا لیکن مواد کی فراہمی میں دقتوں کی وجہ سے وہاں پیش نہیں کیا جاسکا۔

دوسری فصل میں خاندان پائیگاہ کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ابوالخیر خاں شمشیر بہادر۔ ابوالفتح خاں شمس الامرا اول۔ شمس الامرا ثانی۔ شمس الامرا ثالث۔ امیر کبیر اول۔ امیر کبیر ثانی اور امیر کبیر ثالث کی سوانح عمریاں دی گئی ہیں۔

تیسری فصل میں نواب خورشید جاہ شمس الامرا خامس کی سوانح عمری بیان کی گئی ہے۔ چوتھی فصل میں نواب سرآسماں جاہ کے حالات دیے گئے ہیں۔ پانچویں فصل میں نواب اقبال الدولہ اور چھٹی میں نواب شمس الملک ظفر جنگ کے حالات پیش کیے گئے ہیں۔

ساتویں فصل نواب سر سالار جنگ اول کے خاندانی حالات سے متعلق ہے۔ اس میں سالار جنگ اول۔ سالار جنگ ثانی۔ اور نواب سالار جنگ بہادر ثالث کے حالات دیے گئے۔

آٹھویں فصل میں حیدرآباد کے پیش کاروں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ راجہ چندو لعل۔ راجہ رام بخش۔ مہاراجہ نرائن پرشاد راجہ نرندر بہادر اور مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنتہ کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں فصل کے آخر میں پیش کاروں کے خاندان کا ایک مکمل شجرہ بھی موجود ہے۔

نویں فصل میں مختلف سمستانوں مثلاً امرچنتہ، گدوال۔ جٹپول۔ پالونچہ۔ ونپرتی اناگوندی۔ گرکنڈہ اور گوپال پیٹھ کے مختصر واقعات درج ہیں۔

دوسرا باب اس باب کی پہلی فصل میں حیدرآباد دکن کے مناظر اور مختلف عمارتوں کے حالات دیے گئے ہیں۔ مثلاً قلعۂ گولکنڈہ۔ قلعۂ سرونگر۔ پرانا پل۔ چادرگھاٹ کا پل۔

افضل گنج کا پل، مسلم جنگ کا پل، چار مینار، چار کمان، گلزار حوض، چار محل، پرانی حویلی، گوشہ محل، فلک نما، محل سرور نگر، چندو لعل کی بارہ دری، محل یوسف آباد، سردار دیلا، جیل، توپ کا سانچہ، آسمان گڑھ، مکہ مسجد، چوک کی مسجد، مسجد افضل گنج، جامع مسجد، پرانی اور نئی عید گاہ، شاہی عاشور خانہ، تالاب حسین ساگر، تالاب میر جملہ، تالاب میر عالم، عثمان ساگر، سرور نگر کا تالاب، باغ عامہ، لنگم پلی کا باغ، باغ جہاں نما، بشیر باغ، فتح میدان گھنٹہ گھر، چوک کا گھنٹہ ـــــ وغیرہ ان سب کے مختصر تاریخی حالات بیان کیے گئے ہیں۔

دوسری فصل میں حیدر آباد کے مختلف کتب خانوں، انجمنوں کلبوں کے حالات دیے گئے ہیں۔ مثلاً، انڈیا لائبریری۔ حیدر آباد کلب۔ سائیکل کلب۔ ینگ منس امپرومنٹ سوسائٹی۔ دار التفریح۔ انجمن نظامیہ۔ انجمن عثمانیہ۔ انجمن ثمرۃ الادب۔ انجمن خرد افروز۔ انجمن ترقی علوم قدیمہ۔ ینگ منس ریڈنگ روم لائبریری۔ اقبال کلب۔ عثمانیہ ریڈنگ روم لائبریری۔ انجمن اصلاح خیالات۔ انجمن اتفاق دکن۔ دائرۃ المعارف۔ کتب خانۂ آصفیہ۔ انجمن ترجمہ علوم و فنون۔ انجمن تدوین اہل بیت۔ انجمن حجاز ریلوے۔ مجلس مواخاۃ المسلمین۔ انجمن معیار العلوم۔ انجمن اردو۔ انجمن سرمایہ تعلیمی۔ انجمن اصلاح تمدن۔ افتخار دکن۔ انجمن معین المسلمین معہ قرضہ حسنہ وغیرہ کے حالات اس فصل میں ملتے ہیں۔ فصل کے آخر میں ایک تختہ دیا گیا ہے جس میں حیدر آباد کے بعض کتب خانوں مثلاً کتب خانۂ آصفیہ۔ کتب خانہ سردار الحکما مولوی محب حسین صاحب۔ کتب خانۂ شمس العلما مولوی سید علی بلگرامی، عثمانیہ ریڈنگ روم۔ مجلس عدالت العالیہ۔ کتب خانۂ مولوی چراغ علی اعظم یار جنگ اور کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر میں اردو فارسی عربی کی جو کتابیں ہیں ان کی فن وار تعداد دی گئی ہے۔ اسی طرح ینگ منس امپرومنٹ سوسائٹی کے کتب خانہ، کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ سید علی بلگرامی اور کتب خانۂ نواب سالار جنگ بہادر میں جو انگریزی کتابیں ہیں ان کی بھی فن وار تعداد دی گئی ہے۔ سب سے آخر میں (۴۰) انگریزی

کتابوں کے نام درج کیے گئے ہیں جن کا تعلق حیدرآباد کی تاریخ سے ہے۔ یہ فصل بھی مجموعی طور پر بہت مفید معلومات پیش کرتی ہے۔

تیسری فصل میں حیدرآباد کے مختلف اخباروں اور رسالوں کے تاریخی حالات دیے گئے ہیں۔ اخبار شفیق۔ شوکت الاسلام۔ ہزار داستان۔ اخبار آصفی۔ افسر الاخبار۔ سفیر دکن۔ سید الاخبار۔ محبوب القلوب۔ ملک و ملت۔ نظارۂ عالم۔ جام جمشید۔ عزیز الاخبار۔ حیدرآباد۔ دکھنی۔ جلوۂ محبوب۔ علم و عمل۔ محبوب گزٹ۔ المحبوب۔ دکن پنچ۔ مشیر دکن۔ منظلوم دکن۔ جریدہ اعلامیہ۔ پولیس گزٹ۔ رسالہ طبابت۔ معلم شفیق۔ ادیب۔ فنون۔ حسن۔ الحقایق۔ معلم۔ معلم نسواں۔ سحر بیان۔ منتخب روزگار۔ افسر۔ دلگداز۔ پیام محبوب۔ شمس الکلام۔ دبدبہ آصفی۔ مڈیکل جرنل۔ محبوب الکلام۔ نسیم دکن۔ افسانہ۔ دکن ریویو۔ الہادی۔ صحیفہ۔ مذاق سخن۔ خیال محبوب یا محبوب عالم۔ مخزن العواید۔ ادیب قانونی۔ مقنن دکن۔ آئین دکن۔ تشریح القوانین۔ تکمیل الاحکام۔ مراۃ قوانین۔ رسالہ مالگذاری ——— ان سب کے متعلق تاریخی واقعات اس فصل میں ملتے ہیں۔ جو لوگ حیدرآباد کے قدیم رسالوں اور اخباروں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیں ان کے لیے شاید ہی کسی دوسری کتاب میں اتنا مواد یک جا مل سکے۔ فصل کے آخر میں انگریزی اخباروں کے نام۔ تاریخ اجرائی۔ تاریخ موقوفی اور اڈیٹروں کے نام کی صراحت کا ایک تختہ دیا گیا ہے۔ ان اخباروں میں دکن ٹائمس۔ حیدرآباد ٹیلیگراف۔ حیدرآباد رکارڈ۔ دکن اسٹانڈرڈ۔ دکن بجٹ۔ دکن میل۔ حیدرآباد کرانیکل۔ دکن ٹائمس۔ دکن پوسٹ۔ بلیٹن۔ دکن ہیرلڈ۔ دکن گزٹ کے نام درج ہیں۔

چوتھی فصل میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ حیدرآباد میں قانون تحفظ حقوق تصنیف و تالیف کا نفاذ کب سے ہوا۔ پنڈت جی نے بتایا ہے کہ یہ قانون جولائی سنہ ۱۸۹۰ء میں نافذ ہوا چنانچہ سنہ ۱۸۹۰ء سے سنہ ۱۹۰۸ء تک اس قانون کے تحت جتنی کتابوں کی

رجسٹری کی گئی ان سب کی فن وار فہرست دی گئی ہے۔ پنڈت جی نے یہ بڑا ہی مفید کام کیا ہے کیونکہ اس کی بدولت مختلف علوم کے محققوں کو بہت مدد ملتی ہے۔ اس فہرست میں قانون کی (۹۱) تقویم کی (۲۰) لغت کی (۳) درسی (۳۵) طب کی (۱۴) ناول و ناٹک کی (۵) تاریخ کی (۹۱) دیوان کی (۵) حساب کی (۴) فقہ کی (۷) انشاء کی (۳) اخلاق کی (۶) متفرق (۵۱) اور تلنگی و مرہٹی (۱۳) کتابوں کے نام درج ہیں۔

پانچویں فصل میں پنڈت جی نے ایک اور مفید کام پیش کیا ہے۔ اس میں فارسی۔ اردو۔ مرہٹی اور ہندی ایسی تاریخی کتابوں کے نام دیے ہیں جو یا تو براہ راست حیدرآباد دکن سے تعلق رکھتی ہیں یا جن میں حیدرآباد کے حالات کا ضمنی ذکر ملتا ہے۔ مولف یا مصنف اور سنہ طباعت کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اس فصل میں جملہ (۱۷۰) کتابوں کے نام حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے دیے گئے ہیں۔

چھٹی فصل میں حیدرآباد کے مختلف قدیم کارخانوں کے حالات دیے گئے ہیں۔ کارخانہ قاسم صاحب بارہ گلی۔ کارخانہ توپ۔ صدر اسلحہ خانہ ورکشاپ۔ دارالصنائع۔ بندوقوں کا اسٹور چندو لال کی بارہ دری کے قریب۔ کارخانہ صنعت ہند۔ بنک آف بنگال۔ بلنگ کمپنی۔ پام کمپنی۔ گولکنڈہ برف کا کارخانہ۔ حیدرآباد اسپننگ اینڈ ویونگ کمپنی۔ کارخانہ کاغذ بالاپور۔ کارخانہ شال بافی گولکنڈہ۔ فلور مل۔ کارخانہ شکر وغیرہ۔ کے قیام کے مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کارخانوں کی کاروباری نوعیت مثلاً مزدوروں کی تعداد۔ پیداوار کی نوعیت اور مقدار۔ سرد بازاری یا گرم بازاری کے ان کارخانوں پر اثرات۔ کارخانوں کو حکومت کی امداد۔ مقامی مصنوعات کی برآمد۔ اسی قسم کے مال کی باہر سے درآمد۔ مقابلہ کی نوعیت اور دقتوں وغیرہ کا بھی مختصر ذکر کیا جاتا تو بہت مفید ہوتا۔

اسی فصل کے آخر میں لائف انشورنس یعنی جان کے بیمے کی بہت مختصر تاریخ دی گئی ہے۔

سب سے آخر میں مختلف کارخانوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جو نواح حیدرآباد میں ۱۹۰۳ء اور ۱۹۰۸ء میں واقع تھے۔

ساتویں فصل میں قدیم مذہبی میلوں۔ کھیل تماشوں اور رسموں کے متعلق مفید معلومات دی گئی ہیں۔ بی بی کے علم۔ نعل صاحب۔ حسینی علم۔ مولا کے عرس۔ قدم رسول۔ بی بی کے چیتمہ۔ تاڑبن کے علم۔ سنگیسر کی باؤلی کے علم۔ کرزن گھٹ۔ رام باغ۔ کیشوگری۔ دیول جھام سنگھ۔ دیول جلل گوڑہ۔ دیول کشن باغ۔ دیول راجہ مرلی دھر۔ دیول سیتا رام باغ۔ دیول لچھمن باغ۔ جنم اشٹمی کے میلہ۔ ناگ پنچمی کے میلہ۔ اشٹمی کے میلہ۔ پیٹلہ برج کے میلہ۔ الوال کی جاترا۔ راج باغ کے میلہ وغیرہ کے متعلق ایسی دلچسپ اور پُراز معلومات باتیں بیان کی گئی ہیں جو دوسری جگہ شاید ہی اس طرح یکجا مل سکیں۔ فصل کے آخر میں حیدرآباد کے مختلف عرسوں اور جاتراؤں کا ایک تختہ دیا گیا ہے۔

تیسرا باب اس باب کی پہلی فصل میں یتیم خانہ وکٹوریہ میموریل فنڈ کے تاریخی حالات دیے گئے ہیں۔ دوسری فصل میں مختلف دفتروں کے قیام اور شکست کی مختصر کیفیت بیان کی گئی ہے۔ تیسری فصل میں ۱۸۰۱ء تا ۱۹۰۹ء حیدرآباد کے مشہور لوگوں کی موت کے حالات نوعیت مرض۔ ایام مرض اور تاریخ موت کی صراحت کی گئی ہے۔ مشہور لوگوں کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ۱۔ مرشدزادے۔ ۲۔ امراء اور روساء ۳۔ عہدہ دار ۴۔ اہل سیف ۵۔ علماء و مشائخ اور اہل اللہ ۶۔ حکیم ۷۔ شعرا۔ ۸۔ متفرق۔ اس قسم کے مواد کا کسی اور کتاب میں یکجا ملنا مشکل ہے۔ پنڈت جی یہ مواد بہ آسانی اور بالتفصیل اسی وجہ سے پیش کر سکے کہ وہ اپنی عمر کے بہت ابتدائی زمانے سے روزنامچہ لکھنے کے عادی چلے آئے ہیں۔

چوتھی فصل میں ۱۷۵۶ء تا ۱۹۰۸ء حیدرآباد کے اہم اہم مختلف واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ نمونے کے طور پر چند واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔ ۱۷۵۶ء میں تنخواہ

نہ ملنے کی وجہ سے سپاہیوں نے صمصام الملک مدار المہام پر حملہ کیا۔ سنہ ۱۸۱۱ء میں ایک دُم دار ستارہ شمال مغرب سے نمودار ہوا اور کامل ایک ماہ تک طلوع کے وقت سے ۹ بجے رات تک دکھائی دیتا رہا۔ سنہ ۱۸۳۶ء میں دوپہر کے قریب حسین یار جنگ کے مکان پر عربوں اور افغانوں میں جھگڑا ہوا۔ اس خبر کا بلدہ میں پھیلنا تھا کہ تمام عربوں نے فساد برپا کر دیا اور بہت سے مقتول و مجروح ہوئے۔ یکم جنوری سنہ ۱۸۶۳ء کو شب کے بارہ بجے نہایت شدید زلزلہ شہر میں محسوس ہوا۔ ساتھ ہی ایک شعلہ فشاں ستارہ بھی مشرق سے نمایاں ہوا۔ اس کا دو ڈھائی گز کا طول تھا۔ وہ وسط آسمان پر پہنچ کر ایک مہیب آواز کے ساتھ پھٹا۔ اس میں سے تارہ منڈل کی طرح چند شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دیے اور مغرب کی سمت میں تھوڑے فاصلے پر پہنچ کر غائب ہو گئے۔ پھر آسمان پر روشنی اور زمین کو حرکت ہوئی یہ سب باتیں آدھے گھنٹے تک ہوتی رہیں۔ ۳۰ جون سنہ ۱۸۶۲ء سے شہر حیدرآباد میں سخت ہیضہ شروع ہوا۔ اس سے بہت لوگ ضائع ہوئے۔ ۹ مارچ سنہ ۱۸۶۶ء کو قصاص گاہ میں جلاد نے ایک خونی سائیس کو (۱۲) ہاتھ لگایا مگر اس کی گردن نہ کٹ سکی۔ ۲۸ نومبر سنہ ۱۸۹۵ء کو مولوی یوسف الدین صاحب صوبہ دار گلبرگہ رشوت دہی کے مقدمہ میں گرفتار ہوئے اور مقدمہ پریوی کونسل تک پہنچا۔ ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء کو شام کے ۵ بجے ایک ٹڈی دل آیا اور عرصہ تک رہا۔ زراعت اور باغات کو اس سے سخت نقصان پہنچا۔ اسی قسم کے اور بہت سے واقعات دیے گئے ہیں۔ پانچویں فصل میں ان مختلف احکامات کا ذکر کیا گیا ہے جو حکومت کی جانب سے سنہ ۱۸۷۵ء تا سنہ ۱۹۰۱ء نظم و نسق کے سلسلہ میں جاری کیے گئے۔ چھٹی فصل میں سنہ ۱۳۹۶ء، سنہ ۱۶۵۹ء، سنہ ۱۶۸۵ء، سنہ ۱۷۱۳ء، سنہ ۱۷۸۷ء، سنہ ۱۷۹۲ء، سنہ ۱۸۰۴ء، سنہ ۱۸۱۳ء، سنہ ۱۸۳۳ء، سنہ ۱۸۴۶ء، سنہ ۱۸۵۴ء، سنہ ۱۸۷۶ء، سنہ ۱۸۷۷ء، سنہ ۱۸۹۵ء، سنہ ۱۸۹۶ء، اور سنہ ۱۹۰۰ء میں حیدرآباد میں جو قحط ہوئے ان کے نہایت مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ساتویں فصل میں موسیٰ ندی کی مختلف طغیانیوں کے حالات سنہ ۱۶۳۰ء سے سنہ ۱۹۰۸ء تک بیان

کیے گئے ہیں۔ بالخصوص ۱۹۰۸ء کی طغیانی کے حالات زیادہ تفصیل سے درج ہیں۔

کتاب کے آخری حصے میں ایک ضمیمہ بھی دیا گیا ہے جس میں ایسے متفرق واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جو کتاب مکمل ہو جانے کے بعد دستیاب ہوئے۔

(۶) بستان آصفیہ تیسری جلد

بُستان آصفیہ تیسری جلد کی اشاعت کے مقصد کو پنڈت جی نے اس کے دیباچہ میں اس طرح بیان کیا ہے: "تاریخ دکن میں گذشتہ دس سال کے زمانے کو اس وجہ سے غیر معمولی اہمیت حاصل ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت غفران مکاں رحمۃ اللہ علیہ (نواب میر محبوب علی خاں مرحوم آصف جاہ سادس) نے رحلت فرمائی اور اسی میں سریر سلطنت آصفیہ کو اعلیٰ حضرت محی الملتہ والدین نواب میر عثمان علی خاں بہادر آصف جاہ سابع خسرو دکن خلد اللہ ملکہٗ نے جلوس فرما ہونے کی عزت و منزلت بخشی اور اسی میں آپ کی توجہ خسروانہ سے جامعۂ عثمانیہ اور باب حکومت اور بہت سے جدید سررشتوں کے وجود میں آنے سے ملک اور ابنائے ملک کو ترقی کے زینے پر قدم رکھنے اور مختلف انواع کی برکات حاصل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔"

"غرض اہم واقعات اور گوناگوں ترقیات و اصلاحات کے لحاظ سے گزشتہ دس سال کا زمانہ بڑے معرکے کا زمانہ تھا۔ اگر اس کو یہ امتیازی خصوصیتیں جن کا بالاجمال اوپر ذکر کیا گیا ہے حاصل نہ ہوتیں تو مجھ کو ضرورت نہ تھی کہ میں اپنی کتاب بُستان آصفیہ کو جو اَب سے دس سال پیشتر دو حصوں میں شایع ہو کر سرکاری اور غیر سرکاری طور پر خلعت قبولیت حاصل کر چکی تھی ناتمام قرار دے کر اس کے تیسرے حصے کی تدوین کی کوشش کرتا۔"

بستان آصفیہ تیسری جلد جملہ آٹھ ابواب اور (۶۶) فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں ۶ ، دوسرے میں ۸ ، تیسرے میں ۱۱ ، چوتھے میں ۶ ، پانچویں میں ۱۲ ، چھٹے میں ۶ ، ساتویں میں ۵ ، اور آٹھویں میں ۱۲ فصلیں ہیں ۔ یہ جلد ، پہلی اور دوسری جلدوں کے مضامین کا سلسلہ ہے ۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اس میں سابقہ عنوانوں میں سے بعض کم کر دیے گئے ہیں اور بعض کا اضافہ کیا گیا ہے ۔ پہلی اور دوسری جلد کے مضامین پر پیچھے تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اگر تیسری جلد کے مضامین پر بھی اسی تفصیل سے روشنی ڈالی جائے تو بہت طوالت ہوگی ۔ پہلی اور دوسری جلد میں عام طور پر سنہ ۱۹۰۱ء تک کا مواد دیا گیا ہے لیکن تیسری جلد میں سنہ ۱۹۰۱ء تا سنہ ۱۹۱۹ء جو تبدیلیاں ہوئیں ان کا ذکر کیا گیا ہے یہاں پر ان جدید عنوانات کے مواد کی کسی قدر تفصیل پیش کرنا ضروری ہے جو پہلی اور دوسری جلد کے مقابل تیسری جلد میں بڑھائے گئے ۔ تیسری جلد میں جن نئے عنوانوں پر بحث کی گئی ہے وہ حسب ذیل ہیں :۔

(۱) تختہ جات عہدہ داران سیول علاقہ سرکار عالی ۔ ان میں بتایا گیا ہے کہ نومبر سنہ ۱۸۸۶ء میں حیدر آباد کے سیول عہدہ داروں کی جملہ کیا تعداد تھی ۔ ان کی تنخواہیں کیا تھیں اور ان میں ہندو ، مسلمان ، پارسی اور یورپی کتنے تھے ۔ اسی طرح نومبر سنہ ۱۸۹۳ء ، مئی سنہ ۱۹۰۱ء ، مئی سنہ ۱۹۱۲ء ، نومبر سنہ ۱۹۱۴ء اور مئی ۱۹۱۹ء کے متعلق بھی اس قسم کے مواد کی تفصیل دی گئی ہے ۔ فصل کے آخر سنہ ۱۸۸۶ء اور سنہ ۱۹۱۹ء کے تقابلی اعداد کا ایک تختہ دیا گیا ہے ۔ یہ تختہ جات باب اول پانچویں فصل میں دیے گئے ہیں ۔

(۲) سنہ ۱۹۱۱ء میں زیر نگرانی ناظم صاحب دار الضرب سررشتہ برقی قایم ہوا لہذا پانچویں باب کی پانچویں فصل میں اس کے مختصر حالات دیے گئے ہیں ۔

(۳) سنہ ۱۹۱۴ء میں زرعی انجمن ہائے امداد باہمی کے قیام کی منظوری ہوئی چنانچہ پانچویں باب کی چھٹی فصل میں ان انجمنوں کے قیام و ترقی کے مختصر حالات دیے گئے ہیں ۔

(۴) دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء میں محکمہ زراعت قایم کرنے کی منظوری ہوئی اور ناظم زراعت کی

حیثیت سے جان کینی کا تقرر کیا گیا۔ پانچویں باب کی ساتویں فصل میں اس محکمہ کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔

(۵) اسی طرح آٹھویں فصل میں رصدگاہ نظامیہ، دسویں فصل میں سررشتۂ ماکولات اور گیارھویں میں سررشتۂ صنعت وحرفت کے قیام اور ترقی کے مختصر حالات دیے گئے ہیں۔

(۶) آٹھویں باب کی پانچویں فصل میں ۱۸۹۶ء تا ۱۹۱۹ء حیدرآباد میں وقتاً فوقتاً جس قدر طاعون ہوئے اُن سب کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ ہر طاعون میں جتنے افراد فوت ہوئے ان کی بھی صراحت کی گئی ہے۔

(۷) اسی باب کی چھٹی فصل میں ۱۹۱۸ء کے انفلوئنزا کی تفصیلات دی گئی ہیں۔

(۸) ساتویں فصل میں بتایا گیا ہے کہ ۱۹۱۴ء-۱۸ء کی جنگ عظیم میں دولت آصفیہ نے کن مختلف طریقوں سے حکومت برطانیہ کو مدد دی۔

(۹) آٹھویں فصل میں محکمۂ آثار قدیمہ کی تاریخ دی گئی ہے۔

(۱۰) نویں فصل میں جرائد غیر معمولی کے متعلق ایک مفید نوٹ دیا گیا ہے۔

(۱۱) بارھویں فصل میں باب حکومت کی ابتدا اور اس کے تمام اصول وضوابط کی تفصیل دی گئی ہے۔

بستان آصفیہ کی تیسری جلد کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی اشاعت کے ذریعہ پنڈت جی نے جلد اول اور دوم کے مضامین کو ۱۹۱۹ء تک مکمل کر دیا اور بعض جدید عنوانات کا اضافہ کیا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

(۷) بُستان آصفیہ چوتھی جلد

بستان آصفیہ کی تیسری جلد کی اشاعت کے کوئی تین سال بعد اس کی چوتھی جلد شایع ہوئی پنڈت جی نے اس جلد کی طباعت کے مقصد کو "عرض حال" کے تحت اس طرح

بیان کیا ہے ......" پیا پے تحسین و آفریں کے ہمت افزا آواز سن کر قدرتی طور پر
مرے دل میں مزید جوش پیدا ہوئی ۔ اور باوجود اس کے کہ اس عرصے میں خرابی صحت کے
باعث میری دماغی اور جسمانی قوت مجھے جواب دے چکی تھی لیکن پھر بھی میں اپنی کوشش
کو جاری رکھنے سے باز نہیں رہا ۔ یعنی حصہ سوم کی اشاعت کے وقت سے اس وقت
تک جو واقعات اور انتظامات رونما ہوئے تھے ان کو ایک جگہ جمع کر کے میں بستان آصفیہ
میں حصہ چہارم کا اضافہ کرنے کے درپے رہا ۔ پرمیشور کی کرپا اور بعض احباب کی تائید
سے میں اپنی اس کوشش میں مثل سابق کامیاب ہوا اور یہ اس کامیابی کا نتیجہ ہے کہ
اس وقت بستان آصفیہ کا حصۂ چہارم پبلک کے سامنے قبولیت کی امید پر پیش کر رہا
ہوں ......"

تیسری جلد کی طرح بستان آصفیہ کی چوتھی جلد بھی آٹھ ابواب پر مشتمل ہے ۔ لیکن جگہ جگہ
فصلوں میں مقدم و موخر کا فرق نظر آئے گا ۔ تیسری جلد میں جملہ (۶۶) فصلیں رکھی گئی تھیں
لیکن چوتھی جلد میں ان کی تعداد گھٹا کر (۴۸) کر دی گئی ۔ پہلے باب میں ۵ فصل ہیں ۔ دوسرے
میں ۹ ، تیسرے میں ۱۰ ، چوتھے میں ۴ ، پانچویں میں ۷ ، چھٹے میں ۲ ، ساتویں میں ۲ ۔
اور آٹھویں میں ۹ ہیں ۔ چوتھی جلد کے مضامین بہت بڑی حد تک سابقہ تین جلدوں
کے مضامین کا سلسلہ ہیں ۔ تیسری جلد میں عام طور پر ۱۹۱۵ء تک کے حالات بیان کیے
گئے ہیں ۔ لیکن چوتھی جلد میں ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۱ء جو تبدیلیاں ہوئیں ان کا ذکر کیا گیا ہے ۔
یہاں پر ہم صرف ان عنوانات پر روشنی ڈالیں گے جو جدید طور پر چوتھی جلد میں شامل کیے
گئے ہیں :-

(۱) نومبر ۱۹۱۹ء میں جو بہایم شماری ہوئی اس کے مطابق حیدرآباد میں جملہ زراعتی
اور غیر زراعتی جانوروں کی تعداد کے تختے دیے گئے ہیں ۔ ان تختوں کا اندراج پانچویں باب
کی دوسری فصل میں ہے ۔

(۲) اسی باب کی پانچویں فصل میں چاول، جوار، گیہوں مختلف قسم کی دالوں اور دوسری روزمرہ خوردنی چیزوں کی قیمتوں کے حالات ۱۸۴۱ء، ۱۸۹۴ء، ۱۹۰۸ء، ۱۹۱۲ء اور ۱۹۲۳ء کے متعلق دیے گئے ہیں۔ تقابلی مطالعہ کے لیے یہ اعداد بہت دلچسپ اور اہم ہیں۔

(۳) آٹھویں باب کی نویں فصل میں ممالک محروسہ سرکار عالی میں مختلف سرکاری اور غیر سرکاری نمائشوں کی تاریخ دی گئی ہے۔ پنڈت جی نے بتایا ہے کہ حیدرآباد میں پہلی نمائش نومبر ۱۸۵۶ء میں بمقام چادر گھاٹ کی گئی تھی جس میں غلہ اور دوسری چیزیں رکھی گئی تھیں۔ اس کے بعد سے مارچ ۱۹۲۳ء تک وقتاً فوقتاً جو نمائشیں ہوئیں ان کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔

بستان آصفیہ کی چوتھی جلد کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی اشاعت کی وجہ سے ۱۹۱۵ء تا ۱۹۲۱ء تک کے حالات قارئین کی سہولت کے لیے یکجا ہو گئے۔ پہلی، دوسری اور تیسری جلد کے مضامین کی ۱۹۲۱ء تک تجدید ہونے کی وجہ سے ان کی افادیت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس طرح چوتھی جلد کی اشاعت نے سابقہ جلد کے مضامین کو قدیم ہونے سے محفوظ رکھا۔

(۸) بستان آصفیہ پانچویں جلد

چوتھی جلد کی اشاعت کے کوئی تین سال بعد پانچویں جلد طبع ہوئی۔ گو کہ یہ مدت کچھ زیادہ نہیں تاہم پنڈت جی کو دکن کے متعلق کچھ نیا مواد پونا میں فراہم ہو گیا تھا لہٰذا وہ پانچویں جلد کی ترتیب کی طرف مائل ہوئے چنانچہ انہوں نے اس کی تمہید میں لکھا ہے

...... " اس سال عشرہ شریف کی تعطیلات میں کسی مواد کی تلاش اور جستجو کی نیت سے نہیں بلکہ محض سیر و تفریح کے غرض سے مجھے پونا جانے کا اتفاق ہوا ....

علم دوست لوگوں نے وہاں ایک مجلس "بھارت اتھاس سوم شودھک منڈلی" کے نام سے

قایم کر رکھی ہے ...... جب تک پونا میں میرا قیام رہا میں برابر اس کی (یعنی اس مجلس کی) زیارت کرتا رہا اور اس کی زیارت کے اثنا میں مری نظر سے منجملہ دوسرے قابل قدر تاریخی مواد کے بہت کچھ نادرالوجود تاریخی مواد سلطنت آصفیہ کے متعلق بھی گذرا جس کو دیکھ کر میری رال ٹپک پڑی اور جس قدر مواد کی نقل اس قلیل زمانے میں مجھ سے بن پڑی وہ کرلی۔ بالفعل اس میں سے کچھ تھوڑا سا مواد بستان آصفیہ کے حصہ زیر بحث میں اردو داں پبلک کی ضیافت طبع کی غرض سے درج کیا جاتا ہے ......"

بستان آصفیہ کی تیسری اور چوتھی جلدوں میں آٹھ آٹھ باب رکھے گئے تھے لیکن پانچویں جلد میں ان کی تعداد گھٹا کر پانچ کردی گئی۔ تیسری جلد میں مجموعی طور پر ۶۶ فصلیں تھیں چوتھی میں ۴۸ لیکن پانچویں میں ۴۵ فصلیں رکھی گئیں۔ پہلے باب میں ۱۱ فصل ہیں۔ دوسرے میں ۹، تیسرے میں ۱۲، چوتھے میں ۲ اور پانچویں میں ۱۱۔ جہاں تک مواد کا تعلق ہے وہ کم وبیش اسی قسم کا ہے جو پچھلی چار جلدوں میں پایا جاتا ہے۔ پہلی اور دوسری جلد میں ۱۹۰۸ء تک کا مواد پیش کیا گیا تھا۔ تیسری میں ۱۹۱۶ء تک تجدید کی گئی۔ چوتھی میں ۱۹۲۱ء تک کے اعداد اور حالات درج کیے گئے اور پانچویں میں مزید تین سالوں یعنی ۱۹۲۴ء تک کا مواد پیش کیا گیا۔ یہاں پر صرف ان عنوانات پر روشنی ڈالی جائے گی جو سابقہ جلدوں میں نہیں پائے جاتے۔

(۱) پہلے باب کی دوسری فصل میں دکن کی قدیم تقسیم بصراحت موضع و پرگنہ و محال و سرکار و صوبہ دی گئی ہے۔ پنڈت جی نے اس مواد کا ماخذ بھارت ورشی مرہٹی رسالہ بتایا ہے۔ تاریخ دکن کے محققین کے لیے یہ مواد مفید ثابت ہوگا۔

(۲) دوسرے باب کی پہلی فصل میں اورنگ زیب کے عہد میں سلطنت ہند کے محاصل کا ایک تختہ دیا گیا ہے جس میں صوبہ واری آمدنی کی صراحت کی گئی ہے۔ اس کا ماخذ 'کادے اتہاس سنگرہ' نامی مرہٹی کتاب بتائی گئی ہے۔

(۳) پانچویں باب کی دوسری فصل میں حیدر آباد کے مختلف قلعوں کا تاریخی مواد دیا گیا ہے۔ جن قلعوں کی تاریخ دی گئی ہے ان کے نام حسب ذیل ہیں:۔

اناگوندی۔ اندرگونڈہ۔ امنتور۔ اٹولی۔ ال پور۔ بیدر۔ بھونگیر۔ بہائل میری۔ بالکنڈہ۔ بتیس گڑھ۔ پرینڈہ۔ پالونچہ۔ دولت آباد۔ دیورکنڈہ۔ رائچور۔ جگتیال۔ جعفر آباد۔ جلدرگ۔ جالنہ۔ چاندور عرف مانک گڑھ۔ سرورنگر۔ سون۔ سامان گڑھ۔ ظفر گڑھ۔ عمرکھیڑ، قندھار۔ کنک گیری۔ کلیانی۔ کولاس۔ کیل۔ گولکنڈہ۔ گلبرگہ۔ میدک۔ ملیاباد۔ منصور۔ مدگل۔ نلدرگ۔ نرمل۔ نلگنڈہ۔ ورنگل۔ واڑاپلی۔ یادگیر۔ یلگنڈل ــــــ ان تمام مقامات کے قلعوں کے متعلق پنڈت جی نے جو مواد دیا ہے شاید ہی کسی دوسری جگہ اس طرح یکجا مل سکے۔

(۴) کتاب کے آخری حصہ میں انھوں نے ایک اور مفید چیز پیش کی ہے۔ بستانِ آصفیہ کی پہلی، دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں جلدوں میں جس قدر عنوانات پر بحث کی گئی ہے ان سب کا حروف تہجی کی ترتیب کے لحاظ سے اشاریہ دیا ہے۔ ہر عنوان کے آگے مختلف جلدوں کے صفحات درج ہیں۔ یہ چیز قارئین کے لیے بڑی سہولت کا باعث ہے۔

(۹) بستانِ آصفیہ چھٹی جلد

بستانِ آصفیہ کی پانچویں جلد کی اشاعت کے بعد پنڈت جی ایک طویل عرصے تک خاموش رہے۔ پانچویں جلد کو شایع ہو کر چھ سال ہو چکے تو چھٹی جلد پبلک کے سامنے پیش کی گئی۔

بستانِ آصفیہ کی پانچویں اور چھٹی جلدوں کے عنوانات کا مقابلہ کرنے سے مجموعی طور پر ان میں کچھ زیادہ فرق نہیں معلوم ہوتا۔ سابقہ جلدوں کی بنیاد کو برقرار رکھتے ہوئے چھٹی جلد میں عموماً ۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۰ء کا مواد دیا گیا ہے۔ اس جلد کی اشاعت کی وجہ سے

سابقہ جلدوں کا مواد پرانا ہو جانے سے محفوظ رہا اور ۱۹۳۰ء تک اس کی تجدید ہوگئی۔ سابقہ جلدوں کی طرح چھٹی جلد بھی نہایت پُراز معلومات ہے۔ چونکہ اس جلد میں تقریباً تمام قدیم عنوانات ہیں اس لیے ان کی تشریح غیر ضروری ہے۔

(۱۰) بستان آصفیہ ساتویں جلد

بُستان آصفیہ کی چھٹی اور ساتویں جلدیں ایک ساتھ شایع ہوئیں۔ دونوں کی تاریخ اشاعت مئی ۱۹۳۲ء ہے۔ ساتویں جلد کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک طرف تو سابقہ چھ جلدوں سے بہت کچھ ملتی جلتی ہے اور دوسری طرف ان سے بہت کچھ علٰحدہ بھی ہے۔ ملتی جلتی اس لیے کہ اس میں جتنا مواد دیا گیا ہے تقریباً سب کا سب پچھلی جلدوں سے اخذ کیا گیا ہے۔ علٰحدہ اس لیے کہ اس کے مضامین میں جو ربط، تسلسل اور تنظیم پائی جاتی ہے وہ سابقہ جلدوں میں تقریباً مفقود ہے۔ ساتویں جلد کی بہتر تنظیم نے اس کی افادیت میں چار چاند لگا دیے ہیں اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بجائے خود ایک نئی کتاب ہے۔ ذیل میں اس کے مضامین کی فہرست کا خلاصہ دیا جاتا ہے جس سے اس کی ماہیت کا اندازہ ہو سکے گا۔

(۱) پہلے باب میں جملہ فرماں روایانِ قطب شاہیہ، جملہ فرماں روایان دولتِ آصفیہ، جملہ اسماء صاحبزادگان فرماں روایانِ دولت آصفیہ اور جملہ صدر المہاموں اور معین المہاموں، معتمدین، زاید اور شریک معتمدین، اراکین و مفتیان عدالت العالیہ، صدر محاسبان، نظام، انسپکٹر جنرل اور مہتمموں وغیرہ کی مکمل فہرست دی گئی ہے جس میں ۱۹۳۰ء تک کا مواد ملتا ہے۔

(۲) دوسرے باب میں کونسل، کونسل آف اسٹیٹ، کیبنٹ کونسل اور باب حکومت کا نہایت تفصیلی مواد دیا گیا ہے۔ اراکین کونسل آف اسٹیٹ، کیبنٹ کونسل اور اراکین

باب حکومت کی مکمل فہرست بھی دی گئی ہے۔

(۳) تیسرے باب میں مجلس وضع قوانین سرکار عالی کے تاریخی حالات دیے گئے ہیں۔ اس کے قیام کے بعد سے وقتاً فوقتاً جو عہدہ دار اور اراکین گذرے ہیں ان سب کے ناموں کی فہرست درج ہے۔ ۱۸۹۶ء سے ۱۹۳۰ء تک وقتاً فوقتاً جو قوانین نافذ کیے گئے یا نافذہ قوانین میں جو ترمیم کی گئی تاریخ اور نام کی صراحت کے ساتھ ان کی ایک فہرست دی گئی ہے۔

(۴) چوتھے باب میں ۱۹۳۰ء تک حیدرآباد میں وقتاً فوقتاً جتنے صدر اعظم، صدرالمہام، معین المہام، معتمدین، اراکین و مفتیان عدالت، جج، صدر محاسب، نظماء، انسپکٹر جنرل، اور مہتمم وغیرہ گذرے ہیں ان سب کی مختصر تاریخ دی گئی ہے مختصراً ساتویں جلد کو صدر اعظموں، صدرالمہاموں، معتمدوں، نظماء اور دیگر عہدہ داران ممالک محروسہ سرکار عالی کی تاریخ کہا جاسکتا ہے۔ اس کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ جلد حیدرآباد کے تمام دفاتر اور تمام دفاتر کے تمام عہدہ داروں کے پاس ہونا بے حد مفید ہے۔ نہ صرف سرکاری بلکہ ایسے تمام غیر سرکاری افراد کے لیے بھی یہ جلد بہت مفید ہے جو حیدرآباد کے مختلف عہدہ داروں کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم قابل مصنف کو ان کے انتہائی مفید کام پر مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

(۱۱) سلسلہ بستان آصفیہ کے متعلق رائیں

جب بستان آصفیہ کی مختلف جلدیں پبلک کے سامنے پیش ہوئیں تو مختلف اصحاب، اخباروں اور رسالوں نے ان کی افادیت اور اہمیت کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ ذیل میں سلسلہ بستان آصفیہ کے متعلق بعض رایوں کا اندراج کیا جاتا ہے:-

عالیجناب مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت پیشکار دولت آصفیہ نے

تحریر فرمایا:۔ "آپ کا یہ تحفہ دنیائے ادب میں ایک انمول جواہر ہے۔ جس خزانے میں یہ جواہر پارے رہیں گے اس کے مقابل کوئی دولت مند دعویٰ نہیں کرسکتا۔ شایقین اور قدر دانان علم کو آپ کی قدر کرنا چاہئیے۔" (۶ر اپریل سنہ ۱۹۲۰ء)

نواب لطف الدولہ مرحوم نے اس طرح اظہار خیال فرمایا ہے۔ (۷ر اپریل سنہ ۱۹۲۰ء)۔ "فی الواقعی اس کتاب کے حصص بلحاظ حالات و واقعات مندرجہ کے نہایت مفید اور کارآمد پائے جاتے ہیں اور ہر دفتر سرکاری میں بغرض معلومات اس کی ایک ایک جلد رکھی جانا ضروری پایا جاتا ہے کہ تاریخ دکن کی ایک مفصل اور بسیط تالیف ہے۔"

نواب سر عقیل جنگ بہادر تحریر فرماتے ہیں (۸ر جون سنہ ۱۹۲۰ء) .... پائگاہی عہدہ دار نے نہایت محنت کے ساتھ اس کی ترتیب دی ہے .... مولف کی محنت و جانفشانی قدر دانی کے لائق ہے۔"

اخبار مشیر دکن لکھتا ہے۔ ۶ر مارچ سنہ ۱۹۲۰ء .... اس کتاب کو معلومات گوناگوں کے لحاظ اگر اس ریاست کے اِن سائیکلوپیڈیا یا دائرۃ المعارف کے نام سے تعبیر کیا جائے تو ذرا بھی خلاف واقعہ نہ سمجھا جائیگا....."

اودھ اخبار ۲۷ر مارچ سنہ ۱۹۲۰ء .... "بستان آصفیہ ریاست حیدرآباد دکن اور اُس کے فرمارو ایان و خاندان اور وزراء و امراء کی ایسی مبسوط و مکمل و مستند تاریخ ہے جس سے بہتر ہندوستان کی ایسی بڑی ریاست کے واقعات کی تاریخ اردو زبان میں اب تک نہیں لکھی گئی۔ مشہور اہل قلم مصنف نے برسوں کی محنت اور دماغ سوزی سے اس بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے ..... ہماری رائے میں اس تصنیف سے ریاست حیدرآباد کی ایک قابل قدر خدمت انجام دی ہے اور اپنی وسعت نظری سے ان اصحاب پر بھی ایک عظیم احسان کیا ہے جو اس اہم ترین ریاست کے حالات سے

دلچسپی رکھتے ہیں ...."

محمد امین صاحب مہتمم دفتر تاریخ ریاست بھوپال نے لکھا ہے: "دفتر تاریخ کا مہتمم ہوں اور اس قسم کے کاموں سے میرا تعلق ہے۔ اس لیے میں مصنف کی محنت کا صحیح اندازہ کر سکتا ہوں۔ اور بلا تامل عرض کرتا ہوں کہ یہ اوراق بڑی سخت محنتوں کے ثمر ہیں"

بابو سری رام صاحب ام۔ اے مولف خمخانہ جاوید لکھتے ہیں: بستان آصفیہ فی الواقع دکن کی عظیم الشان ریاست کی قابل ستائش تاریخ ہے اور مصنف نے اس کو دلچسپ اور کارآمد بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا ہے ...... آپ کی تالیف گراں مایہ ایک بہت بڑی ملکی ضرورت کو پورا کرتی ہے .."

شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ خاں مرحوم نے لکھا ہے: "اس بستان آصفیہ میں ایسے چمن وگلشن تاریخ لگے ہوئے ہیں جن کی بہار سے دل کی کلیاں کھلتی ہیں۔ اس میں عموماً دکن کے سلاطین کے خاندانوں اور خصوصاً خاندان آصفیہ کے اس بسیط وتفصیل سے حالات لکھے ہیں کہ اس کے مطالعہ کے بعد پھر کسی اور تاریخ دکن کے پڑھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مصنف نے معتمد ومستند تواریخ دکن سے سلاطین ماضیہ وحال کے حالات بڑی لیاقت وقابلیت وجاں فشانی وعرق ریزی سے استنباط کر کے لکھے ہیں۔ غرض وہ حیدرآباد نظام کے کلیات وجزئیات حالات کا آئینہ ہے"

ان رایوں کے قطع نظر جو شخص سلسلۂ بستان آصفیہ کا مطالعہ کرے گا وہ خود بھی پنڈت جی کی غیر معمولی محنت اور معاملات کے لحاظ سے کتاب کی افادیت کا اعتراف کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔

(۱۲) بستان آصفیہ اور بعض دوسری کتابوں کا مقابلہ

(۱) گلیمسس آف دی نظامس ڈومینین اور بستان آصفیہ:۔ گلیمسس آف دی نظامس ڈومینین

۱۸۹۵ء میں شایع ہوئی۔ مسٹر اے۔ کلاڈ کیمبل نے اسے مرتب کیا۔ یہ بہت بڑی تقطیع کی ضخیم کتاب ہے جو ۵۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حیدرآباد کے حکمرانوں، امیروں، عہدہ داروں مختلف قسم کے منظروں اور مشہور عمارتوں وغیرہ کی کوئی (۶۰۰) تصویریں دی گئی ہیں حیدرآباد کے متعلق کسی دوسری کتاب میں اتنی بڑی سائز کی اور اس قدر زیادہ تصویریں نہیں ملتیں۔

ابتداً اس میں خاندان دولت آصفیہ کی مختصر تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے بعد رزیڈنٹوں اور وزیروں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ بعد ازآں بڑے بڑے امراء کے حالات پیش کیے گئے ہیں۔ نظام حکومت کی تشریح کی گئی ہے۔ عہدہ داروں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ دولت آصفیہ کی فوج۔ پولیس اور محکمہ طبابت کی مختصر کیفیت دی گئی ہے۔ یہاں کے اہم جنگلات اور جنگلاتی پیداوار کے مختصر حالات بھی درج ہیں۔ اس کے بعد ریاست حیدرآباد کی تاریخ کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ جغرافی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور مختلف قسم کے قدرتی وسائل کے مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ حیدرآباد میں ریلوں کی ابتدا اور ترقی اور قدیم صنعتوں کی مختصر سرگذشت بھی دی گئی ہے۔ آخر میں ہر صوبے کے تاریخی، جغرافی، معاشی، اور معاشرتی امور کی جدا جدا تشریح کی گئی ہے۔ کتاب بحیثیت مجموعی بہت پُر از معلومات ہے چنانچہ اسی افادیت کے پیش نظر اس کا اردو میں ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے اور یہ تاریخ قلمرو نظام کے نام سے موسوم ہے۔

قارئین اگر اس کتاب کا بستان آصفیہ سے مقابلہ کریں تو ان کے مضامین میں بہت کچھ مطابقت پائیں گے۔ گلمس میں ہر ہر صوبے کے حالات علیحدہ طور پر تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں مگر بستان آصفیہ میں ایسی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ لیکن بستان آصفیہ اپنے بعض مخصوص مضامین کی وجہ سے امتیازی خصوصیت رکھتی ہے۔ مثلاً "مختلف حالات" "مشہور لوگوں کی موت" "خطابات و عنایات" "حیدرآباد کے اخباروں، رسالوں، انجمنوں، کلبوں، کانفرنسوں وغیرہ کی تفصیل" "طغیانوں کے حالات" "امراض متعدی کے حالات"

"مخطوں کے حالات" ـــــــ اور اسی قسم کے بعض دوسرے مضامین۔ اس میں شک نہیں کہ بستان آصفیہ میں تصویری توضیحات نہیں ملتیں جیسی کہ گلسس میں پائی جاتی ہیں لیکن بستان آصفیہ میں جو مختلف قسم کا مواد کثرت کے ساتھ ملتا ہے وہ گلسس میں نہیں پایا جاتا۔ بستان آصفیہ کو گلسس پر اس لیے بھی ترجیح ملنی چاہئے کہ گلسس میں ۱۸۹۸ء تک کا مواد پیش ہے۔ لیکن بستان آصفیہ حال حال تک کا مواد پیش کرتی ہے۔ اگر اس سلسلہ کی آٹھویں جلد شایع ہو جائے تو پھر دور حاضرہ تک کا مواد دستیاب ہوجائیگا۔

(۲) حیدر آباد گیزیٹر اور بستان آصفیہ:۔ ۱۹۰۹ء میں امپریل گیزیٹر آف انڈیا کے نام سے ایک سلسلہ حکومت ہند کی جانب سے شایع ہوا تھا۔ چنانچہ اس میں ایک جلد حیدر آباد کے حالات اور واقعات سے متعلق ہے جسے ہم نے سہولت کی خاطر حیدر آباد گیزیٹر کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ کتاب متوسط سائز کے (۳۲۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں حیدر آباد کے معاشی جغرافیہ، یہاں کی سیاسی تاریخ، آثار قدیمہ، آبادی، زراعت صنعت وحرفت، تجارت، نقل وحمل، قحطوں، نظم ونسق، قوانین، مالیات، مالگذاری دیگر مدات آمدنی مثلاً افیوں، کروڑگیری، آبکاری اور اسٹامپ، لوکل بورڈ، بلدیہ، کارہائے عامہ، فوج، پولیس، جیل، تعلیمات، طبابت وغیرہ کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ بعد ازاں تمام اضلاع ممالک محروسہ سرکار عالی کے متعلق بھی علاحدہ علاحدہ روشنی ڈالی گئی ہے۔ مثلاً ہر ضلع کے معاشی جغرافیہ، زراعت، صنعت، تجارت، نقل وحمل اور مشہور عمارتوں اور منظروں وغیرہ کے مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ معلومات کے لحاظ سے یہ کتاب بھی بہت مفید ہے۔ گلسس اور گیزیٹر دونوں کا مواد بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ گلسس کا مواد ۱۸۹۸ء تک ختم ہوتا ہے لیکن گیزیٹر میں ۱۹۰۹ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ گیزیٹر کے آخر میں حیدر آباد کی پائگاہوں اور سمستانوں کے حالات بھی دیے گئے ہیں۔

گیزیٹر اور بستان آصفیہ کا مقابلہ کرنے سے قارئین ہر دو کے مضامین میں بہت کچھ

مطابقت پائیں گے۔ لیکن بستان آصفیہ کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بحیثیت مجموعی مختلف قسم کا بہت زیادہ مواد پایا جاتا ہے۔ گلمس اور گیزیٹر کے برعکس بستان آصفیہ میں صوبہ واری یا ضلع واری تفصیلات نہیں ملتیں۔ گلمس اور گیزیٹر کے مقابل بستان آصفیہ کا ایک اہم نقص یہ ہے کہ اس میں مواد کی بھرمار نظر آتی ہے لیکن اس کے پیش کرنے میں ایسی تنظیم، ربط اور تسلسل نہیں پایا جاتا جیسا کہ اول الذکر دو کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ بالخصوص گیزیٹر کا پیرائیہ بیان بہت علمی نظر آتا ہے۔ بستان آصفیہ میں اکثر جگہ مواد کے صرف نقشے ہی نقشے (چارٹس) دے دیے گئے ہیں لیکن گیزیٹر میں جہاں کہیں نقشے دیے گئے ہیں انہیں علمی طریق پر سمجھایا گیا ہے۔

(۳) پکٹوریل حیدرآباد اور بستان آصفیہ:۔ پکٹوریل حیدرآباد کو مسٹر کرشنا سوامی مدیراج نے دو ضخیم جلدوں میں شایع کیا ہے۔ پہلی جلد جملہ ۷۴۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ جلد ۱۹۲۹ء میں شایع ہوئی۔ گلمس کی طرح اس میں بہت سی تصویریں دی گئی ہیں۔ اس کتاب میں ابتداً دکن کی تاریخ دی گئی ہے۔ بعد ازاں خاندان دولت آصفیہ کی تاریخ نظام الملک اول کے زمانے سے موجودہ فرماں روا کے زمانے تک دی گئی ہے حیدرآباد کے مختلف رزیڈنٹوں کی ایک فہرست اور ہر رزیڈنٹ کے مختصر حالات زندگی دیے گئے ہیں۔ اسی طرح مختلف وزیروں کے تاریخی حالات دیے گئے ہیں مزید برآں اس ریاست کے نظم ونسق کے تاریخی پہلو اور موجودہ نوعیت پر روشنی ڈالی گئی ہے برار اور سکندرآباد کے حالات بھی درج ہیں اور آخر میں حیدرآباد کے مختلف تاریخی مقاموں کی تصویریں دی گئی ہیں۔ بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ پہلی جلد حیدرآباد کی قدیم وجدید تاریخ۔ یہاں کے فرماں رواؤں رزیڈنٹوں، وزیروں، نظم ونسق کے حالات اور اہم تاریخی مقاموں کی سرگذشت پر مشتمل ہے۔ دوسری جلد ۱۹۳۴ء میں شایع ہوئی۔ یہ ۶۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دورِ عثمانی کی خصوصیات۔ شہزادوں اور شہزادیوں کے حالات دیے گئے ہیں۔ مزید برآں باب حکومت

پائگاہوں۔ دیگر امیروں۔ جاگیرداروں ۔ ریاست کے مختلف محکموں سمستانوں اور خاص خاص فرقوں اور گروہوں مثلاً یرکلے، چینچہ وغیرہ کے حالات دیے ہیں۔ اس جلد میں بھی بہت سی تصویریں دی گئی ہیں۔

مواد کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے گلمسس، گیزیٹر اور پکٹوریل حیدرآباد بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ اسی طرح بستان آصفیہ اور پکٹوریل حیدرآباد کے مضامین کا مقابلہ کرنے سے بہت سے مضامین مشترک نظر آئیں گے۔ پکٹوریل حیدرآباد میں رزیڈنٹوں کے ناموں کے علاوہ ہر رزیڈنٹ کی مختصر تاریخ بھی دی گئی ہے لیکن بستان آصفیہ میں رزیڈنٹوں کے نام تو ملتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے تاریخی حالات نہیں ملتے۔ اسی طرح پکٹوریل حیدرآباد میں جاگیرداروں کے حالات بھی دیے گئے ہیں لیکن بستان آصفیہ میں اس قسم کا مواد نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں حیدرآباد کے مختلف فرقوں اور گروہوں کی تاریخ جو پکٹوریل حیدرآباد میں دی گئی ہے بستان آصفیہ کے لیے نئی چیز ہے۔ جس طرح پکٹوریل حیدرآباد کے بعض مضامین بستان آصفیہ کے لیے نئے ہیں اسی طرح بستان آصفیہ کے بہت سے مضامین پکٹوریل حیدرآباد میں نہیں پائے جاتے۔ "مشہور لوگوں کی موت" "مختلف حالات و واقعات" ——— اور اسی قسم کے بعض دوسرے عنوانات خاص بستان آصفیہ ہی میں پائے جاتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ پکٹوریل حیدرآباد اور بستان آصفیہ مواد کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی اپنی جگہ اہم ہیں۔ لیکن مختلف قسم کے قدیم اور کم یاب مواد کی کثرت کے لحاظ سے بستان آصفیہ کی افادیت زیادہ نظر آتی ہے۔ بالخصوص اردو داں پبلک کے لیے بستان آصفیہ بیش بہا خزانہ ہے۔ یہاں پر ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ مضامین کے پیش کرنے میں جو تنظیم، ربط اور تسلسل پکٹوریل حیدرآباد میں پایا جاتا ہے بستان آصفیہ میں موجود نہیں۔

(۴) اسٹار ڈائرکٹری اور بستان آصفیہ:۔ یہ ڈائرکٹری اسٹار پریس الہ آباد۔ یو پی۔

کی جانب سے حال ہی میں شایع ہوئی ہے۔ یہ (۶۱۱) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں شہریار دکن اور شہزادگان والاشان کے مختصر حالات دیے گئے ہیں۔ حیدرآباد کے معاشی جغرافیہ کی مختصر کیفیت دی گئی ہے۔ اہم مقاموں، عمارتوں، منظروں اور تالابوں وغیرہ کے مختصر حالات بیان کیے ہیں۔ ہز اگزالٹیڈ ہائینس نظامس اسٹیٹ ریلوے اور ریلوے بس سروس کی مختصر کیفیت دی گئی ہے۔ محاصل درآمد و برآمد کے نقشے دیے گئے ہیں۔ ہندوؤں کے زمانے سے موجودہ فرماں روا کے عہد تک دکن کی تاریخ کا ایک خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ حیدرآباد کے مختلف محکموں کے کاروبار کی مختصر کیفیت دی گئی ہے۔ نیز مختلف عہدہ داروں، امیروں، وکیلوں اور تاجروں وغیرہ کے مختصر حالات بیان کیے گئے ہیں۔ سب سے آخر میں تین سالہ جنتری (۱۳۴۲ف تا ۱۳۴۴ف) بھی دی گئی ہے۔

بستان آصفیہ اور اس کے بعض مضامین میں مطابقت پائی جاتی ہے لیکن ضخامت اور مواد کی کثرت اور وسعت کے لحاظ سے ان دونوں میں کوئی مناسبت نہیں۔ اسٹار ڈائرکٹری کو بستان آصفیہ کے بعض مضامین کا جزو کہا جا سکتا ہے۔ اس میں زیادہ تر جدید حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۱۳) بستان آصفیہ کی چند خامیاں

(۱) سلسلہ بستان آصفیہ کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے اس کی چند خامیاں بھی نظر آئیں گی مثلاً ہر قسم کا مواد نہایت کثرت کے ساتھ دیا گیا ہے لیکن ترتیب اور تنظیم کا زیادہ خیال نہیں رکھا گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مواد کی بہتات فی نفسہ بہت مفید چیز ہے لیکن تنظیم کی خرابی کی وجہ سے اس کی افادیت بہت کچھ گھٹ جاتی ہے۔

(۲) ابتدائی جلدوں میں بطور خاص فصلوں کی بہت زیادتی نظر آتی ہے۔ ایک سے زاید جگہ غیر ضروری فصلیں قایم کی گئی ہیں۔ مواد کی مناسبت سے انھیں بہ آسانی دوسرے

عنوانات کے تحت ضم کیا جا سکتا تھا۔

(۳) ایک جلد کے مقابل میں دوسری جلد میں فصلوں کی حد تک مقدم اور موخر ہونے کی خامی بھی نظر آتی ہے۔

(۴) اکثر فصلوں میں صرف اعداد اور تختہ جات پیش کردیے گئے ہیں لیکن ان کی کوئی توضیح نہیں کی گئی۔ مثلاً آبادی، مالیات اور تجارت وغیرہ کی حد تک صرف اعداد شمار ملتے ہیں۔

(۵) اس سلسلے کی تمام جلدیں بیانی ہیں اور تنقیدی پہلو تقریباً مفقود ہے۔

(۶) تاریخی حالات کی تشریح اور توضیح میں تین سین استعمال کیے گئے ہیں:۔
(۱) ہجری (۲) فصلی اور (۳) عیسوی۔ ایک سے زاید جگہ کسی ایک واقعہ کے بیان کرتے وقت ایک ہی صفحے میں کہیں ہجری سنہ استعمال کیا گیا ہے تو کہیں فصلی اور کہیں عیسوی۔ اس سے قارئین کو تقابلی مطالعہ میں بڑی دِقّت ہوتی ہے۔ اگر شروع سے آخر تک کسی ایک سنہ پر اکتفا کیا جاتا تو بہتر تھا۔

(۷) پانچویں جلد کے سوا کسی دوسری جلد میں انڈکس نہیں دیا گیا ہے۔ آٹھویں جلد میں جو زیر ترتیب ہے انڈکس دیا جائے تو قارئین کے لیے بڑی سہولت کا باعث ہوگا۔

مندرجہ بالا خامیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے سلسلہ بستان آصفیہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ پنڈت جی نے اس کی تالیف کے ذریعہ اردو داں پبلک پر بڑا احسان کیا ہے۔ اردو لٹریچر میں ہمیں کوئی کتاب ایسی نہیں ملتی جیسے بستان آصفیہ کا بدل کہا جا سکے۔ اس کتاب کی ترتیب میں پنڈت جی نے مختلف تاریخی کتابوں کے علاوہ نظم و نسق کی قدیم رپورٹوں سے بہت کچھ مدد لی ہے۔ حیدرآباد کے نظم و نسق کی پرانی رپورٹوں اور بستان آصفیہ میں عنوانات اور مواد کے لحاظ سے بڑی مطابقت پائی جاتی ہے۔

(۱۴) خیابان آصفی

خیابان آصفی کو بستان آصفیہ کی پہلی، دوسری اور تیسری جلدوں کا نہایت جامع خلاصہ کہنا چاہیئے۔ ان تین جلدوں میں جس قدر مضامین پائے جاتے ہیں انھیں پنڈت جی نے خیابان آصفی میں حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دے کر ضروری مواد پیش کر دیا ہے۔ اس کتاب سے ایسے لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جن کے پاس بستان آصفیہ کی پہلی تین ضخیم جلدوں کو پڑھنے کے لیے وقت نہیں۔

(۱۵) مرہٹوں کا تمدن

یہ کتاب پنڈت نرسہوان چنتامن کیلکر بی۔ اے۔ ال ال بی کی تصنیف مرہٹے اور انگریز (جو مرہٹی زبان میں لکھی ہوئی ہے) کے ایک باب کا ترجمہ ہے۔ اس میں حسب ذیل عنوانات پر روشنی ڈالی گئی ہے:-

مرہٹوں کی فوجی قوت۔ مرہٹوں کا بحری بیڑہ۔ مرہٹوں کا ملکی انتظام۔ مرہٹوں کی سلطنت کی وسعت۔ مرہٹوں کی سلطنت کی مالی حالت۔ دفاتر۔ اسناد۔ قلعہ جات۔ ابواب اراضی۔ ملازمین دیہی۔ حفاظت عامہ۔ محبس۔ صیغہ عدالت۔ سرکاری قرضہ۔ محصولات کروڑگیری۔ تجارت و آبادی۔ دارالضرب اور سکہ جات۔ آبکاری۔ بیگاری اور غلامی۔ ٹپہ اور سفر۔ خطابات۔ ترقی تعلیم و تہذیب۔ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ دیا گیا ہے جس میں (۷۵) تاریخی ناموں اور تلمیحوں کی صراحت کی گئی ہے۔ جن کا اس کتاب کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے جاننا ضروری ہے۔ مختلف مرہٹا حکمرانوں کے شجرے دیے گئے ہیں۔ بحیثیت مجموعی اس کتاب میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرہٹے محض لٹیرے اور آفاقی نہیں تھے بلکہ ان کی منظم حکومت تھی

اور باضابطہ نظام سلطنت تھا۔

(۱۶) تفریح الحیات

یہاں تک پنڈت مانک راؤ صاحب کی تاریخی کتابوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اب ان کی اخلاقی کتابوں کو لیجیے۔ یہ کتاب جان لباک کی انگریزی تصنیف پلیشرس آف لائف پر مشتمل ہے۔ اس میں جملہ دس باب ہیں اور حسب ذیل مضامین پر روشنی ڈالی گئی ہے:۔

خوشی اور مسرت۔ فرض منصبی ادا کرنے کی مسرت۔ کتابوں کی قدر و منزلت۔ کتابوں کا انتخاب۔ عمدہ دوستوں کی صحبت۔ وقت کی قدر۔ سفر کی خوبیاں۔ وطن کی خوبیاں۔ علوم حکمت۔ تعلیم۔ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ دیا گیا ہے جس میں (۱۱۹) فلسفیوں اور مفکروں کے مختصر حالات زندگی بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد اس پر جو تبصرے ہوے ان میں سے چند کے اقتباس یہاں دیے جاتے ہیں۔

آزاد جلد (۱۲) نمبر (۴۳) میں لکھا ہے:۔ "آج کل کے اردو لیٹریچر میں یہ کتاب مغتنمات سے ہے۔" مشیر دکن جلد (۱۱) نمبر (۲۱) میں لکھا ہے "اس کے مولف ہمارے ملک کے ایک لایق ہونہار نوجوان ہیں۔ اس کے باوجود کہ ان کی مادری زبان اردو نہیں پھر بھی انھوں نے اس کتاب کو جس سلیس اور فصیح اردو میں مرتب کیا ہے وہ ہر طرح قابل قدر ہے۔" اخبار عام جلد ۲۷ نمبر (۴) میں لکھا ہے:۔ "اردو دانوں کے لیے ہماری رائے میں یہ کتاب ضرور مفید اور دلچسپ ثابت ہوگی۔ نظارۂ عالم لکھتا ہے:۔ "اس کی اردو سلیس اور بامحاورہ ہے۔ یہ کتاب حکما اور فلاسفروں کے اقوال کا مجموعہ ہے جو ہر آدمی کے لیے مفید نصیحتیں اور گولڈن رولز ہیں۔"

(۱۷) امیرانہ اور غریبانہ زندگی

یہ کتاب چھوٹے چھوٹے (۲۱) بابوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک بادشاہ اور اس کے دربار کے ایک شاعر کے مکالمے کو پیش کیا گیا ہے جو امیرانہ اور غریبانہ زندگی سے متعلق ہے۔ بادشاہ کہتا ہے کہ امیروں کی زندگی کے مقابل غریبوں کی زندگی مجموعی طور پر بہت اچھی ہوتی ہے اور شاعر امیرانہ زندگی کی اچھائی کی حمایت کرتا ہے اور پڑھنے والا اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ گو امیروں اور بالخصوص بادشاہوں کو اشیائے راحت بہت حاصل ہوتی ہیں لیکن تفکرات کی مناسبت سے غریبوں کی زندگی ہی بہتر ہوتی ہے۔ امیروں اور غریبوں دونوں کے لیے اس کا مطالعہ یکساں مفید ہے۔

ادیب آگرہ ماہ اگست ۱۸۹۹ء جلد (۱) نمبر (۸) میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "یہ پچاس صفحے کا بڑا دلچسپ رسالہ ہے جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔"

معارف علیگڈھ اگست ۱۸۹۹ء جلد (۲) نمبر (۴) لکھا ہے: "اس کا مطالعہ ہر شخص پر خواہ وہ امیر ہو یا غریب لازم ہے۔ ہم مترجم کی اس کی قیمتی محنت کی دل سے داد دیتے ہیں۔"

جلوۂ محبوب جلد (۲) نمبر (۴) لکھا ہے: "اگر پبلک اس چھوٹے سے رسالے کی بیش بہا نصائح پر عمل کرے تو بہت کچھ نفع اٹھا سکتی ہے۔"

المعلومات جے پور۔ جنوری ۱۹۰۰ء جلد (۲) نمبر (۱) لکھا ہے: "مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب نے اردو زبان میں ایک بیش بہا ذخیرہ فراہم کیا ہے۔"

(۱۸) راجہ اشوک کا جیون چرتر

جیون کے معنی زندگی کے ہیں اور چرتر مختصر حالات کو کہتے ہیں۔ یہ کتاب جملہ

گیارہ ابواب اور ایک ضمیمے پر مشتمل ہے۔ اس میں اشوک کے حالات زندگی اور فرامین کی تفصیل دی گئی ہے۔ ضمیمے میں (۱۸۵) تاریخی ناموں اور واقعات کی ضروری صراحت کی گئی ہے۔ اختلافی امور کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کتاب کا مطالعہ عام اخلاقی تربیت اور نیک سیرت کی تشکیل کے لیے بہت مفید ہے۔

پبلک گزٹ امرتسر ۱۶ / مارچ ۱۹۰۳ء لکھا ہے: "...... کتاب قابل دید ہے"

وکیل امرتسر ۶ / اپریل ۱۹۰۳ء تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے: "....... عبارت سلیس اور عام فہم ہے۔ طرز بیان دلچسپ۔ پسندیدہ اور نتیجہ خیز اور سبق آموز ہے...."

رہبر مراد آباد ۲۱ / اپریل ۱۹۰۳ء لکھا ہے: "...... اس کتاب کے لیے بہتر رائے پیش کرتے ہوئے ناظرین سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں"

ہندوستانی۔ لکھنو۔ ۶ / مئی ۱۹۰۳ء لکھا ہے: مسٹر مانک راؤ وٹھل راؤ اہل حیدرآباد نے مرہٹی زبان سے راجہ اشوک کی سوانح عمری کا ترجمہ کرکے اردو داں پبلک کا ذخیرۂ معلومات بہت ہی وسیع کیا ہے......"

تالیف و اشاعت۔ لاہور۔ ۱۵ / جون ۱۹۰۳ء لکھا ہے: "........ اس کتاب کے شایع کنندہ نے ایسی بیش بہا کتاب مہیا کرکے اردو علم و ادب کی قابل قدر خدمت کی ہے......"

ترقی۔ لاہور۔ جون ۱۹۰۳ء لکھا ہے: "........ مولف نے حالات نہایت تحقیقات سے لکھے ہیں...... کتاب دلچسپ اور سلیس عبارت میں لکھی ہے"

مسٹر عزیز مرزا بی۔ اے معتمد عدالت و کوتوالی و امور عامہ نے لکھا ہے: "..... کیا بلحاظ برجستگی عبارت اور کیا بلحاظ قدرت تحقیقات (کتاب) ہر طرح قابل قدر ہے اور اس نے اُردو لٹریچر میں عمدہ اضافہ کیا ہے"

خان بہادر شمس العلما، مولوی ذکا اللہ صاحب نے لکھا ہے: "جیسا یہ راجہ

باعزو شان تھا ویسے ہی اس کے مصنف نے باعزت لکھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہل قلم اس کی قدر شناسی کریں گے۔"

(۲۰) ویدورنیتی

کوروں اور پانڈوں کی لڑائی کے زمانے میں ویدور نے کوروں کے باپ راجہ دھرت راشٹر کو نصیحت کی تھی کہ حق اور صداقت سے ہٹ کر پانڈوں کو ان کے جائز حق سے محروم نہ کرے۔ نیتی کے معنی نصیحت کے ہیں۔ ویدورنیتی یعنی ویدور کی نصیحت۔ ویدور کی نصیحتیں جو اس کتاب میں پیش کی گئی ہیں راجہ دھرت راشٹر کے لیے مخصوص نہیں بلکہ ہر شخص ان پر عمل کر کے صداقت اور دیانت داری کا راستہ اختیار کر سکتا ہے۔ یہ کتاب مرہٹی سے اردو میں ترجمہ کی گئی ہے۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے دبدبہ آصفی ۱۹۰۷ء نے لکھا ہے: ...... اگرچہ وہ (کتاب) خاص ہندو مذہب کے اصول پر لکھی گئی ہے لیکن اخلاقی تعلیم سے ہر ایک مذہب کا شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے ..."

وکیل۔ امرتسر۔ ۲۰ر نومبر ۱۹۰۷ء نے لکھا ہے: "...... مولف کی مادری زبان اُردو نہیں مگر باوجود اس کے انھوں نے جس سادگی کے ساتھ ...... ترجمہ کیا ہے قابل داد ہے ...... ہم قابل مولف کو مبارک باد دیتے ہیں۔"

اردو معلی۔ اکتوبر و نومبر ۱۹۰۷ء نے لکھا ہے: "...... اس کتاب کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں ....."

کشمیر درپن جولائی اگست و ستمبر ۱۹۰۷ء نے لکھا ہے: "...... مترجم نے ترجمہ کتاب میں اپنی قابلیت کو خوب ظاہر کیا ہے ...... عبارت اردو بامحاورہ و سلیس اور عام فہم ہے۔"

خان بہادر شمس العلما مولوی ذکا اللہ مرحوم لکھتے ہیں:"...... یہ ترجمہ عجیب گلستان دانش و بوستان بینش ہے۔ جس میں نصایح اور انداز کے چمن ایسے شگفتہ ہیں کہ جن کے دیکھنے سے روح مسرور ہوتی ہے اور اس میں استعارات و تشبیہات کے گل اور پھول ایسے کھلے ہوئے ہیں کہ جن کی بو سے دماغ معطر ہوتا ہے...."

(۲۱) اقوال بودھ

یہ کتاب "دھم پد" کا ترجمہ ہے۔ دھم پد بودھ مذہب کی کتابوں میں اعلیٰ پایہ کی شمار ہوتی ہے۔ اس میں مہاتما گوتم بودھ کی نصیحتیں اور بودھ مذہب کے حالات شریک ہیں۔ ابتداً یہ کتاب پالی زبان میں لکھی گئی تھی لیکن بعد میں اس کا ترجمہ مختلف زبانوں میں کیا گیا مثلاً سنسکرت، چینی، جاپانی، ملائی، تبتی، برمی، منگولی، لاطینی، انگریزی، فرنچ، جرمن اور اسپینش۔ پروفیسر میکس ملر نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور مادھوراؤ شنکر راؤ صاحب نے اسے انگریزی سے مرہٹی میں منتقل کیا۔ اردو وال پبلک کو پنڈت مانک راؤ وٹھل راؤ صاحب کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھوں نے اس کتاب کو مرہٹی سے اردو میں منتقل فرمایا۔ اس کتاب کے پڑھنے سے اس کی افادیت کا صحیح اندازہ ہوسکتا ہے۔ طبیعت کو نیکی اور سچائی کے راستے پر ڈالنے کے لیے اس کا مطالعہ بے حد مفید ہے۔ اس کتاب کی نوعیت اس قسم کی ہے کہ اس سے ہر مذہب اور ہر فرقے کا شخص فایدہ اٹھا سکتا ہے۔ زبان میں اس قدر روانی ہے کہ کہیں ترجمے کا شبہ تک نہیں گذرتا۔ بلا شک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی اشاعت کی وجہ سے اُردو ادب میں مفید جزو کا اضافہ ہوا۔ پنڈت جی کا یہ کام ہر طرح قابل مبارک باد ہے۔

(۲۲) دستور حکمرانی

اس کتاب میں پنڈت جی نے رامائن اور مہابھارت کے اُس حصے کا ترجمہ

پیش کیا ہے جو راج نیتی کے نام سے موسوم ہے ۔ یہ کتاب بہت چھوٹے چھوٹے (۳۲) ابواب پر مشتمل ہے ۔ اس میں بہتر حکمرانی کے اصول اور طریقے پیش کیے گئے ہیں۔ کتاب کے آخر میں ایک ضمیمہ بھی دیا گیا ہے جس میں ان تمام تلمیحوں کی وضاحت کی گئی ہے جن کا جاننا دستور حکمرانی کے مضامین کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ پنڈت جی نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ دستور حکمرانی یا راج نیتی کو اگر موجودہ پالیٹکس یا سیاست تمدن کا ماخذ سمجھا جائے تو خلاف واقعہ نہ ہوگا ۔ اس کتاب کی اشاعت کی وجہ سے بھی اردو ادب میں ایک مفید جزو کا اضافہ ہوا۔

(۲۳) مفید الخواتین

یہ کتاب ایک انگریزی کتاب "ڈومسٹک سائنس" کا ترجمہ ہے ۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اس کا ترجمہ مرہٹی زبان میں بھی ہو چکا ہے ۔ پنڈت جی نے کچھ تو اصل انگریزی کتاب اور اس کے مرہٹی ترجمے سے مدد لیکر اسے اردو میں منتقل کیا۔ اس کتاب میں جملہ (۴۳) چھوٹے چھوٹے باب ہیں۔ ہر باب میں سوال اور جواب کے ذریعہ روزمرہ زندگی کے متعلق بہت سی مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ اس میں بحیثیت مجموعی (۱۲۳۳) سوالوں کے جواب ہیں ۔ مثال کے طور پر چند سوالات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :-

۱ - اجزائے پرورش کس گوشت میں زیادہ ہوتے ہیں ؟

۲ - اشتہا بعض لوگوں کو کیوں زیادہ ہوتی ہے ؟

۳ - آنسو کا ذائقہ کیوں نمکیں ہوتا ہے ؟

۴ - انڈے ابالے ہوے کیوں زود ہضم ہوتے ہیں ؟

۵ - بال کیوں سیاہ کے سفید ہو جاتے ہیں ؟

۶ - چائے کثرت کے ساتھ پینا کیوں مضر ہے ؟

۷۔ دانتوں کو اچھی طرح مضبوط رکھنے کے لیے کونسا علاج بہتر ہے؟

اسی قسم کے بہت سے مفید سوالوں کے جواب دیے گئے ہیں۔ اس کا مطالعہ مردوں اور عورتوں کے لیے یکساں مفید ہے۔ یہ کتاب نہایت قیمتی معلومات کا قابل قدر ذخیرہ ہے۔ پنڈت جی نے اس کا ترجمہ کر کے اردو زبان کی اچھی خدمت کی ہے۔ تحریر بڑی سلیس اور سادہ ہے۔ اس کی افادیت کے پیش نظر ہم اس کے مطالعے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔

(۲۴) حالات و مقالات سقراط

اس کتاب میں سقراط کی زندگی کے حالات اور اس کے مختلف اقوال بیان کیے گئے ہیں مثلاً رعونت اور جھوٹی مشیخت، افلاس، تعلیم، ورزش۔ انصاف، خدا کی ہستی، بندوں پر اس کے حقوق، دوستی اور اسی قسم کے دوسرے دلچسپ اور مفید عنوانات کے متعلق مشہور فلاسفر سقراط کے خیالات پیش کیے گئے ہیں۔ زبان سادہ اور سلیس ہے۔ پیرایہ بیان دلچسپ اور مواد بہت گراں قدر ہے۔

(۲۵) پنڈت جی کی علمی خدمات

یہاں تک مانک راؤ صاحب کی تاریخی اور اخلاقی کتابوں پر علیحدہ علیحدہ روشنی ڈالی گئی۔ آخر میں ان کی علمی خدمات کا ذکر بھی ضروری ہے۔

مجموعی طور پر پنڈت جی کی تمام کتابوں پر غور کرنے کے بعد ہم ان کی علمی خدمات دو مختلف حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں مثلاً (۱) معاشی مورخ کی حیثیت سے (۲) سیاسی مورخ کی حیثیت سے (۳) معاشرتی مورخ کی حیثیت سے (۴) فلسفہ اخلاق کے

حامی کی حیثیت سے (۵) زبان اردو کے سچے خدمت گذار اور ایک اچھے نثر نگار کی حیثیت سے ۔

بستان آصفیہ میں انہوں نے حیدرآباد کی آبادی، زراعت، صنعت و حرفت، تجارت، نقل و حمل، زر اور مالیات کا بہت سارا مواد پیش کیا ہے ۔ اس میں شک نہیں کہ ان کا طرز تحریر اور پیرایۂ بیان ایسا نہیں ہے جیسا کہ آج کل کے معاشی مورخ اختیار کرتے ہیں تاہم انھیں حیدرآباد کے ابتدائی معاشی مورخوں کی صف میں جگہ ملنی چاہیئے ۔

جس طرح سلسلۂ بستان آصفیہ میں جگہ جگہ معاشی حالات اور واقعات کی تاریخی تشریح ملتی ہے اُسی طرح حیدرآباد کے مختلف سیاسی حالات اور واقعات بھی وضاحت کے ساتھ ملتے ہیں ۔ نواب نظام الملک اول حیدرآباد میں مستقلاً منتقل ہو جانے اور اس ریاست کی بنیاد ڈالنے کے بعد سے دور حاضر تک وقتاً فوقتاً جو سیاسی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں انھیں پنڈت جی نے اپنی بستان میں بیان کیا ہے ۔ اس لحاظ سے یہ ایک سیاسی مورخ بھی کہلائے جانے کے مستحق ہیں ۔

معاشی اور سیاسی حالات کی طرح بستان آصفیہ میں مختلف معاشرتی واقعات اور حالات بھی بیان کیے گئے ہیں ۔ مثلاً حیدرآباد کی مختلف جاتراؤں، میلوں، کھیل تماشوں اور اسی قسم کی بعض دوسری باتوں کا ذکر کیا گیا ہے ۔ سلسلۂ بستان آصفیہ میں ٹھیٹ معاشرتی حالات اگرچہ بہت کم ملتے ہیں تاہم جو مواد پیش کیا گیا ہے اُس کی بنا پر پنڈت جی کا شمار حیدرآباد کے معاشرتی مورخوں میں بھی کیا جا سکتا ہے ۔

فلسفۂ اخلاق کی مختلف کتابوں مثلاً تفریح الحیات، امیرانہ اور غریبانہ زندگی، دید و رنیتی، راجہ اشوک کا جیون چرتر، دستور حکمرانی، اقوال بودھ وغیرہ میں براہ راست یا بالواسطہ اخلاق کا پرچار کیا گیا ہے ۔ ان کتابوں کے اکثر دیباچوں میں پنڈت جی نے

نیک سیرت اور نیک کردار بننے کی اہمیت پر زور دیا ہے اور بتایا ہے کہ نیکی، سچائی، حق اور صداقت ہی کے ذریعہ انسان کو اپنی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں حقیقی خوشی حاصل ہو سکتی ہے اور وہ آرام اور چین کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ انہوں نے ان کتابوں کی طباعت کا مقصد ہی یہ بتایا ہے کہ لوگ انھیں پڑھیں اور اپنی زندگی کو صحیح راستے پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ پنڈت جی کی فلسفۂ اخلاق کی تمام کتابوں کو پڑھنے کے بعد ہم انھیں فلسفہ اخلاق کے حامی کا درجہ دیے بغیر نہیں رہ سکتے۔

مندرجہ بالا امور کے قطع نظر پنڈت جی کا شمار اردو کے خدمت گذاروں اور اس کے اچھے نثر نگاروں میں بھی کیا جانا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے ترجموں تصنیفوں اور تالیفوں کے ذریعہ اُردو زبان اور اردو داں پبلک پر بڑا احسان کیا ہے۔ پنڈت جی کی مادری زبان مرہٹی ہے۔ اُن کے لیے یہ بات بہت آسان تھی کہ اپنا سارا علمی کام مرہٹی زبان میں کرتے اور اس طرح اپنی مادری زبان کی خدمت کرتے لیکن انہوں نے اپنی علمی کوششوں اور تحقیقوں کے نتائج کو مرہٹی کے بجائے اردو میں پیش کرنا پسند کیا۔ آپ سنہ ۱۸۹۶ء سے لیکر اب تک برابر علمی کام میں مشغول ہیں اور اس عرصے میں اردو لٹریچر میں کوئی (۱۷) مفید کتابوں کا اضافہ کیا۔ مرہٹی زبان کے بہت سے مفید علمی مواد کو اردو میں منتقل کر کے اسے مالا مال کیا۔ راجہ اشوک کے جیون چرتر کے دیباچہ میں آپ نے سنہ ۱۹۰۲ء میں لکھا ہے: "اردو کے سچے بہی خواہوں اور دردمندوں کا فرض ہے کہ وہ اس کو علمی زبانوں کی شہ نشین پر جگہ پانے کے لیے اس میں ناولوں اور قصوں کہانیوں کے علاوہ تاریخی۔ سیر۔ علمی اور اخلاقی کتابوں کی تعداد بذریعہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کے بڑھالیں ...... میرے نزدیک یہ کسی طرح قرین مصلحت نہیں ہے کہ اردو داں پبلک کے مذاق کا خیال مدنظر رکھ کر اُردو زبان میں تالیف و تصنیف کی جائے اور اس کے بگڑے ہوئے مذاق کو اور بگاڑا جائے۔ بلکہ اردو زبان کی سچی ہمدردی یہ ہے کہ

اردو دان پبلک کا مذاق علمی، تاریخی اور اخلاقی کتابوں کی خواہ کتنی ہی حد تک مخالف کیوں نہ ہو ایسی ہی کتابیں لکھنے و شایع کرنے کا سلسلہ جاری رکھا جائے " یہ رائے پنڈت جی نے صرف دوسروں کو نہیں دی بلکہ خود بھی اس پر عمل کیا اور کر رہے ہیں۔ گندے قصے اور ناولیں بڑی آسانی کے ساتھ فروخت ہو جاتی ہیں اور اخلاقی کتابوں کا بکنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لیکن پنڈت جی نے اس کی کوئی پروا نہیں کی اور برابر اخلاقی کتابیں پیش کرتے رہے۔ لہٰذا اس نقطۂ نظر سے بھی اردو زبان پر ان کا احسان ہے۔ اردو ان کی وطنی زبان ہے لیکن اس کے باوجود اُس پر کافی قدرت رکھتے ہیں۔ نثر نگاری کا انہیں بہت اچھا ملکہ ہے۔ زبان بڑی سادہ، سلیس اور بامحاورہ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی پہلی کتاب تفریح الحیات ۱۸۹۶ء میں شایع ہوئی تھی لیکن اس میں بھی جس نوعیت کی زبان استعمال کی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ اُسے جدید اردو کا نام دیا جا سکے۔ ۱۸۹۶ء سے لیکر اب تک اُن کا طرز بیان تقریباً ایک ہی نظر آتا ہے۔ ان کی ہر کتاب میں سلاست اور سادگی پائی جائے گی اور جملوں کی بندش بامحاورہ نظر آئے گی۔ اس لحاظ سے انہیں اردو نثر نگاروں میں بھی جگہ ملنی چاہئیے۔

پنڈت جی کے متعلق مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ اردو زبان میں حیدرآباد کے ایک اہم مصنف ہیں۔ حیدرآباد کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مورخ کی حیثیت سے انہوں نے بہت ہی قابل تعریف خدمات انجام دی ہیں۔ یہ اردو کے اچھے نثر نگار اور اس زبان کے سچے خدمت گذار ہیں۔ تقریباً نصف صدی سے علمی اور تحقیقی کام میں مصروف ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے علمی نتائج کو برابر پبلک کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں۔ اس وقت ان کی عمر ۷۶ سال سے زاید ہو چکی قویٰ مضمحل ہو چکے ہیں اور بینائی تقریباً جواب دے چکی ہے لیکن پھر بھی علمی کام میں برابر مصروف ہیں۔ چنانچہ آج کل بُستان آصفیہ کی آٹھویں جلد کی ترتیب کا کام انجام دے رہے ہیں۔ مجموعۂ اقوال۔

مجموعہ ضرب الامثال اور تین سو سالہ جنتری کے بھی مسودات تیار کر چکے ہیں۔ خدا سے دعا ہے کہ انھیں تا دیر صحت و عافیت کے ساتھ سلامت رکھے اور اپنے علمی مقاصد کو پورا کرنے کی قوت اور طاقت عطا فرمائے۔ باشندگان ملک کا فریضہ ہے کہ ان کی علمی خدمات کا اعتراف کریں اور ان کی علمی زندگی سے کچھ سیکھنے کی کوشش کریں ـــ اس سے میری مراد یہ ہے کہ اگر ملک کے صاحب ذوق تعلیم یافتہ اپنی فرصت کے گھنٹوں میں علمی شوق اور مذاق کو مدت العمر جاری رکھیں اور اپنے مذاق اور بساط کے مطابق اپنی علمی کاوشوں کو کتابی صورت میں پبلک کے سامنے پیش کریں تو اس سے اردو زبان اور ابنائے وطن کی بڑی خدمت انجام دی جاسکے گی ـــ ہر کام کے لیے شوق، عزم و ارادہ اور مستقل مزاجی ضروری ہے کیونکہ ان کے بغیر کسی کام کا عمدگی کے ساتھ انجام پانا ممکن نہیں۔ ملک کو ایسے افراد کی سخت ضرورت ہے جو مذکورہ صفتوں سے متصف ہوں۔ ملک میں سیاسی معاشی اور معاشرتی تحقیق کے لیے بڑا میدان موجود ہے فقط